

شمارہ نمبر
01
جون 2026
ذوالحجہ 1447ھ

دعوتِ اقرا آرگنائزیشن

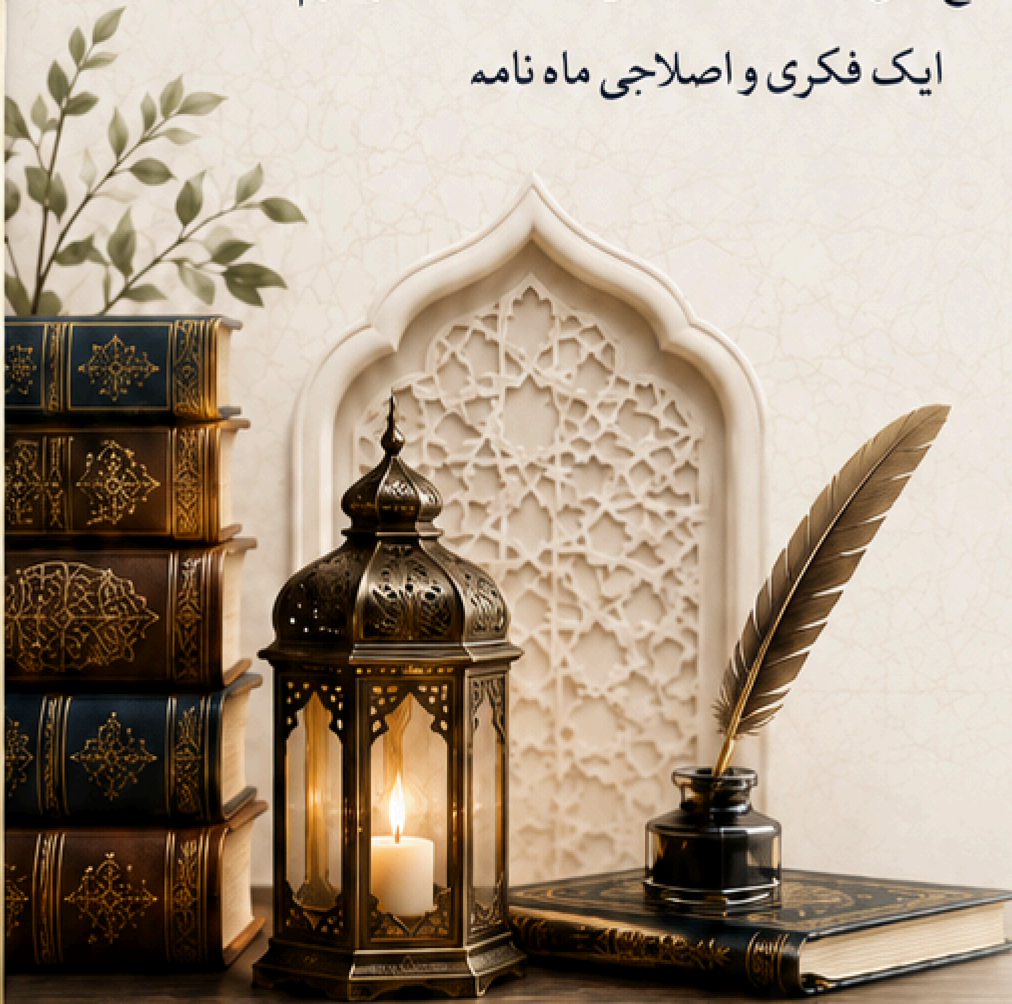
علم • فکر • اصلاح

ماہ نامہ

تیغیہ

حضور تیغ علی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے موسوم

ایک فکری و اصلاحی ماہ نامہ

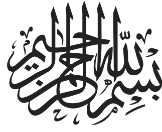


اس شمارے کے موضوعات

جامعہ اشرفیۂ مبارکپور مسلک اعلیٰ حضرت کا وہ عظیم علمی مرکز ہے جس کے نصاب مزاج اور تربیت میں امام احمد رضا کی سچی فکر رچی بسی ہے۔ (صفحہ 26)







بفیض عرفانی
حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ
مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

بفیض روحانی
حضور تیغ علی علیہ الرحمہ
سرکانہی شریف مظفرپور بہار

ماہ نامہ

تیغیہ

حضور تیغ علی علیہ الرحمہ کی نسبت سے موسوم ایک فکری و اصلاحی ماہ نامہ

جلد 1، شمارہ 1 | جون 2026 | ذو الحجہ ۱۴۴۷

تعارف دعوت اقرا : انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بڑی تبدیلیاں ہمیشہ منظم فکر، واضح مقصد اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے وجود میں آتی ہیں۔ جب قومیں اپنے مسائل کو سمجھتی ہیں، اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتی ہیں اور اصلاح و تعمیر کا راستہ اختیار کرتی ہیں، تبھی ترقی اور استحکام کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ (مزید صفحہ 29 میں ملاحضہ کریں)

فہرست

سنت ابراہیمی اور ہماری عملی ذمہ داریاں

محمد سفیان حنفی مصباحی، بستی پور، امبیڈکر نگر (یوپی)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ.[الكوثر: ٢]

ترجمہ: اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں ثواب کی نیت سے ذبح کرنے کو اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں۔ اور کبھی اس جانور کو بھی اضحیہ کہتے ہیں جو ایام نحر میں ذبح کیا جاتا ہے، جیسا کہ سید شریف جرجانی قدس سرہ رقم طراز ہیں:
الأضحية : اسم لما يذبح في ايام النحر بنية القربة إلى الله تعالى.[معجم التعريفات للجرجاني، ص: ٢٧]

حدیث شریف میں ہے:
عن زيد بن أرقم، قال: قال اصحابُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم: يا رسولَ اللهِ ! ما هذه الأضاحي؟ قال: سُنَّةُ أبيكم إبراهيمَ عليهِ السلامُ، قالوا: فما لنا فيها؟ يا رسول الله! قال: بكلِّ شعرةٍ حسنةٌ، قالوا: فالصوفُ؟ يا رسولَ اللهِ! قال: بكلِّ شعرةٍ من الصوفِ حسنةٌ۔ [السنن لابن ماجه، باب ثواب الاضحية، رقم الحديث: ٣١٢٧]

ترجمہ: زید بن ارقم سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور نے فرمایا: "تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔" لوگوں نے عرض کی ! یا رسول اللہ ! ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا: "ہر بال کے مقابل نیکی ہے۔" عرض کی: ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: "ان کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔"

قربانی کے مشروع ہونے کی حکمت:

قربانی محض جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک علامت ہے اس جذبے کی جو انسان کو اپنی خواہشات کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے کا درس دیتا ہے۔ موسوعہ کویتیہ میں ہے:
أما حكمة مشروعيتها، فهي شكر الله تعالى على نعمة الحياة، و إحياء سنة سيدنا إبراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام حين أمره الله عز بذبح الفداء عن ولده إسماعيل عليه الصلاة والسلام في يوم النحر، و أن يتذكر المؤمن أن صبر إبراهيم و إسماعيل عليهما السلام و إيثارهما طاعة الله و محبته على محبة النفس والولد كانا سبب الفداء و رفع البلاء، فإذا تذكر المؤمن ذلك اقتدى بهما فى الصبر على طاعة الله و تقديم محبته عز وجل على هوى النفس و شهوتها.[الموسوعة الفقهية الكويتية، ج: ٥، ص: ٧٦]

ترجمہ: اس کی مشروعیت کی حکمت، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتِ حیات پر شکر ادا کرنا ہے، اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنا ہے

جب اللہ تعالی نے انھیں یومِ نحر میں اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدلے فدیہ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اوریہ حکمت بھی کہ مومن، سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے صبر اور اللہ تعالی کی اطاعت و محبت کو اپنی جان اور اولاد کی محبت پر ترجیح دینے کو یاد کرے جو فدیہ ملنے اور مصیبت دور ہونے کا سبب بنا۔ پس جب مومن اس واقعے کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالی کی اطاعت پر صبر کرنے میں اور خواہش نفس اور شہوت پر اللہ عزوجل کی محبت کو مقدم رکھنے میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی پیروی کرتا ہے۔

قربانی کا مقصد اور پیغام:

قربانی کا مقصد محض جسمانی عمل نہیں بلکہ اصل تقوی، اخلاص اور قرب الٰہی کا حصول ہے۔ جیسا کہ قرآن گویا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ.[الحج: ٣٧]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک نہ ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اسے تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

ب قربانی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ایک مومن کے لیے اللہ کا حکم ہر چیز پر مقدم ہونا چاہیے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد جیسے عظیم نعمت کو اللہ کے حکم کے آگے قربان کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی اپنی انا، خواہشات اور دنیاوی مفادات کو دین کے احکام کے تابع کر دینا چاہیے۔ یہ عمل ہمیں ایثار، صبر، شکر اور توکل جیسے اوصاف اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ لہذا قربانی کے گوشت کے ساتھ ساتھ مالی امداد بھی محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کر کے معاشرے میں ہم آہنگی اور مساوات کو فروغ دیا جانا چاہیے۔

ب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ قربانی محض ایک دکھاوے کے لیے کرتے اور گوشت کی تقسیم کے بجائے تصویری نمائش یا سوشل میڈیا کی زینت بناتے ہیں۔ ایسی قربانی حقیقت میں قربانی نہیں، کیوں کہ یہ روش قربانی کے مقصد کے بالکل منافی ہے۔ موسوعہ کویتیہ میں ہے

فليس من الأضحية ما يذكى لغير التقرب إلى الله تعالى.[الموسوعة الفقهية الكويتية، ج: ٥، ص: ٧٤]

ہماری ذمہ داریاں:

قربانی کے جذبے کو صرف عید الاضحیٰ تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنایا جائے۔ آج کے دور میں جہاں انسان ذاتی مفاد، نمائش اور نفس پرستی کا شکار ہو چکا ہے، قربانی کا فلسفہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم ایک ایسے معاشرے کا حصہ ہیں، جہاں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ قربانی کے موقع پر غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کو یاد رکھنا ہماری سماجی ذمہ داری ہے۔

قربانی ایک عظیم عبادت ہے جو ہمیں محض رسم نہیں بلکہ عملی تربیت فراہم کرتی ہے۔ اگر ہم قربانی کے اسباق کو اپنی زندگیوں میں شامل کر لیں تو نہ صرف ہم ایک بہتر انسان بن سکتے ہیں بلکہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ بھی تشکیل دے سکتے ہیں۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اس عبادت کی روح کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پہچان کر انھیں خلوص اور سچائی کے ساتھ ادا کریں۔

اللہ تعالی ہمیں خلوص کے ساتھ یہ اعمال کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔



فلسفۂ قربانی اور عصرِ حاضر

غلام محمد سرمد مصباحی

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کائنات کا نظامِ ہستی اس اٹل حقیقت پر استوار ہے کہ حیات کا ہر ارتقائی زینہ کسی نہ کسی قربانی کا متقاضی ہے۔ آفتاب اپنے وجود کو جلاتا ہے تو زمین پر زندگی مسکراتی ہے، بیج مٹی کی تاریکیوں میں اپنی ہستی مٹاتا ہے تو ایک تناور درخت جنم لیتا ہے۔ مگر جب بندۂ مومن شعور و آگہی کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر، سنتِ خلیل علیہ السلام کی تجدید کرتے ہوئے اپنا حلال مال قربان گاہِ عشق میں پیش کرتا ہے، اور حکمِ ربی کی قطعی تعمیل میں جانور کے حلقوم پر چھری چلاتا ہے، تو وہ محض ایک کائناتی اصول کی پیروی نہیں کر رہا ہوتا؛ بلکہ وہ تسلیم و رضا کا کامل پیکر بن کر عبدیت کی اس اعلیٰ ترین معراج پر فائز ہو جاتا ہے جس کا اعلان قرآنِ مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ

(کہہ دیجیے کہ بیشک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے)۔ [سورۃ الأنعام: 162]

جہاں اس کا سب کچھ رب العالمین کے لیے خالص ہو جاتا ہے، قربانی کی تاریخ انسانیت کے آغاز ہی سے وابستہ ہے، مگر اس تصور کو جو جلال، جو کمال اور جو ابدیت وادیِ منیٰ کی تپتی ریت پر ملی، اس کی نظیر چشمِ فلک نے پھر کبھی نہ دیکھی۔

سنتِ ابراہیمی کا جلال اور فلسفۂ تسلیم و رضا:

جب ہم قربانی کے خالص اور حقیقی مفہوم کی جانب لوٹتے ہیں، تو ہماری نگاہِ تخیل اس عظیم الشان منظر کی جانب اٹھتی ہے جہاں ایک جلیل القدر پیغمبر، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، اپنے بڑھاپے کی واحد اور محبوب ترین کل کائنات، حضرت اسماعیل کو راہِ خدا میں ذبح کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ذرا عقل کی میزان پر اس واقعے کو تولیے؛ یہ کیسی آزمائش تھی اور کیسا کٹھن امتحان! عقل محوِ تماشا تھی کہ ایک باپ اپنے ہی ہاتھوں اپنے لختِ جگر کے گلے پر چھری چلانے جا رہا ہے، مگر یہ عشق کی کارفرمائی تھی جس نے تمام تر مصلحتوں اور اندیشوں کو پس پشت ڈال دیا۔ اور دوسری جانب فرمانبرداری اور تسلیم کا وہ کوہِ گراں تھا جس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا:

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘-سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

(اے میرے محترم باپ! جو آپ کو حکم ملا ہے، کر گزریے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے)۔ [سورۃ الصّٰفّٰت: 102]

اس مقام پر عشق اور خودی کی وہ تجلی ظاہر ہوئی جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ جب خلیل کی چھری اسماعیل کے حلقوم پر چلی، تو در حقیقت وہ چھری کسی انسانی گردن پر نہیں، بلکہ دنیاوی محبتوں اور نفسانی آلائشوں کے آخری بندھن پر چلی تھی۔ اور پھر نصرتِ خداوندی نے ایک دنبے کو فدیہ بنا کر یہ پیغامِ ابدی دے دیا کہ اللہ کو انسان کا لہو درکار نہیں، وہ تو بس اپنے بندے کے دل کا حال اور اس کی نیت کا خلوص دیکھنا چاہتا ہے۔ یہیں سے 'ذبحِ عظیم' کی وہ سنت قائم ہوئی جو قیامت تک کے لیے ایثارِ نفس اور تسلیم و رضا کا استعارہ بن گئی۔ قرآنِ مجید نے اس حقیقت کو ان سہل مگر عمیق الفاظ میں بیان کر دیا:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْؕ

(اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، بلکہ اس تک تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)۔ [سورۃ الحج: 37]

روحِ عصر کا المیہ اور نفسِ امارہ کا باطنی مذبح:

جب ہم قربانی کے اس کائناتی اور روحانی پس منظر سے نکل کر عصرِ حاضر کی جانب نگاہ دوڑاتے ہیں، تو ایک شدید تضاد، ایک گہرا المیہ ہمارا استقبال کرتا ہے۔ آج ہم نے اس عظیم الشان سنت کو محض ایک سالانہ رسم، ایک سماجی تہوار، اور نمود و نمائش کے ایک ذریعے تک محدود کر دیا ہے۔ دورِ جدید کا انسان عقلِ معاش کے چنگل میں اس قدر گرفتار ہو چکا ہے کہ اس کا ہر عمل، ہر سوچ، اور ہر رشتہ نفع و نقصان کی ترازو میں تلتا ہے۔ ہم معاشرتی برتری ثابت کرنے کے لیے، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی غرض سے قیمتی سے قیمتی جانور کی قربانی تو فخر سے کرتے ہیں، مگر وہ تقویٰ جو اس قربانی کی اصل روح ہے، ہماری صفوں سے روٹھ چکا ہے۔ حالانکہ احادیثِ مبارکہ میں قربانی کی روح کو جس طرح واضح کیا گیا ہے، وہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا

(بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پا لیتا ہے، پس تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو)۔ [سنن الترمذي: 1493 / سنن ابن ماجہ: 3126]

آج کا المیہ یہ ہے کہ جانور کے گلے پر چھری تو چلتی ہے، مگر انسان کے اندر بیٹھا ہوس کا درندہ دن بہ دن فربہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم نے جانور کو تو ذبح کر دیا، مگر اپنے 'نفسِ امارہ' اپنے تکبر، اپنے کینے، اپنی جھوٹی اناؤں اور مفاد پرستی کے بتوں کو محفوظ رکھا۔ یہ خلوصِ نیت اور خوش دلی تبھی پیدا ہوتی ہے جب انسان نفس کی آلائشوں سے پاک ہو۔ قربانی تو دراصل اس بات کا عہد تھی کہ جس طرح میں اس جانور کو تیری راہ میں قربان کر رہا ہوں، اے میرے رب! میں اپنی ذات کی ہر اس خواہش کو جو تیری مرضی کے خلاف ہو، اسی طرح ذبح کر دوں گا۔ مگر ہم نے اس عہد کو فراموش کر دیا۔

ایثار و مواخات: قربانی کا معاشرتی ثمر:

قربانی کا ایک انتہائی اہم، مگر اکثر نظر انداز کر دیا جانے والا گوشہ اس کا معاشرتی پہلو ہے۔ سنتِ ابراہیمی کا یہ عظیم فریضہ ہمیں انفرادیت کے خول سے نکال کر اجتماعیت اور دردِ دل کے وسیع تر میدان میں لاتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ قربانی کا گوشت محض ہمارے دسترخوانوں کی زینت بنے، بلکہ وہ اسے معاشرے کے ان محروم اور پسے ہوئے طبقات تک پہنچانے کا ذریعہ بناتا ہے جن کی نگاہیں سال بھر اس دن کی منتظر رہتی ہیں۔ مگر یہاں بھی عصرِ حاضر کی کجی آڑے آجاتی ہے۔ گوشت تقسیم کرنے کے پیمانے تو ہم نے وضع کر لیے ہیں، مگر بسا اوقات ہم اس غریب اور مفلس کی خودداری کو روندنے سے گریز نہیں کرتے جس کی دہلیز پر ہم تکبر کے ساتھ وہ گوشت رکھتے ہیں۔ حالانکہ سچا ایثار تو یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے دیا جائے اور بائیں کو خبر نہ ہو۔ قربانی ہمیں سکھاتی ہے کہ اپنی پسندیدہ شے میں سے دوسروں کو شریک کرو، اور سماج میں اخوت، مساوات اور ہمدردی کی ایسی فضا قائم کرو جہاں کوئی شخص خود کو تنہا محسوس نہ کرے۔

اس پرآشوب اور مادیت زدہ دور میں، جہاں انسان ہی انسان کا استحصال کر رہا ہے اور اخلاقی قدریں رو بہ زوال ہیں، اصل تقاضا یہ ہے کہ ہم قربانی کو محض ایک دن کا عمل نہ سمجھیں، بلکہ اسے زندگی گزارنے کا ایک مستقل طرزِ عمل بنائیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اندر بیٹھے ہوئے فرعون کو ماریں، اور اس نمرودِ وقت کو شکست دیں جو ہماری بے لگام خواہشات کے روپ میں ہمارے دلوں پر راج کر رہا ہے۔ قربانی کا جانور جب زمین پر گرتا ہے، تو دراصل وہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ اپنی ذات کو اعلیٰ مقاصد، انسانیت کی فلاح اور رضائے الٰہی کے لیے خاکسار کر دو۔

آئیے! اس بار جب ہم قربان گاہ میں کھڑے ہو کر تکبیر بلند کریں، تو وہ تکبیر محض ہماری زبانوں تک محدود نہ ہو، بلکہ وہ ہمارے قلوب کو بھی لرزا دے۔ وہ تکبیر صرف ایک بے زبان جانور پر کاری ضرب نہ ہو، بلکہ ہماری غفلتوں، ہماری کوتاہیوں اور ہماری نفسانی آلودگیوں کی بھی موت کا اعلان ہو۔ جب خلوص کا لہو، تقویٰ کی حرارت اور انسانی ہمدردی کا جذبہ اس رسم کے ساتھ شامل ہو جائے گا، تو عصرِ حاضر کا یہ جمود بھی ٹوٹے گا، اور ہمارے اندر وہ خودی بھی بیدار ہوگی جو ایک انسان کو کائنات کا سچا خلیفہ بناتی ہے۔ یہی خلیل اللہ کی سچی پیروی ہے، اور یہی انسانیت کی بقا کا دائمی اور لاثانی راستہ ہے۔



دورِ حاضر میں جید علما و مشائخ کا مسلسل رخصت ہوجانا

ایک لمحۂ فکریہ

محمد ظفراللہ ضیا رضوی

دورِ حاضر میں اہلِ علم و فضل، جید علما اور باعمل مشائخ کا یکے بعد دیگرے اس دارِ فانی سے رخصت ہو جانا امتِ مسلمہ کے لیے یقیناً ایک عظیم سانحہ اور ناقابلِ تلافی خسارہ ہے۔ یہ محض افراد کا انتقال نہیں، بلکہ علم، بصیرت، حکمت اور روحانیت کے چراغوں کا گل ہو جانا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا۔ صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۰۰) اور صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۲٦۷۳) کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إنَّ اللَّهَ لا يَقبِضُ العِلمَ انتِزاعًا يَنتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ (العباد)، ولكِن يَقبِضُ العِلمَ بقَبضِ العُلَماءِ..."

یعنی اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے اچانک نہیں نکالے گا، بلکہ علما کی وفات کے ذریعے علم کو اٹھا لے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے، جو خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔

اس المیے کے اہم پہلو اور اثرات:

1. علمی خلا؛

راسخ فی العلم، متبحر اور معتدل فکر رکھنے والے علما کی وفات سے ایسا علمی خلا پیدا ہوتا ہے جسے محض ڈگریاں یا خطابت پر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان کے پاس صرف معلومات نہیں ہوتیں بلکہ فہمِ دین، مزاجِ شریعت اور اعتدال کی روشنی بھی ہوتی ہے۔

2. فکری انتشار؛

جب مستند رہ نمائی کم زور پڑتی ہے تو افراط و تفریط کے دروازے کھلتے ہیں۔ دین کی غلط تعبیرات، سطحی فتوے، اور جذباتی بیانات معاشرے میں اضطراب پیدا کرتے ہیں۔

3. روحانی نقصان؛

علما صرف مسائل بتانے والے نہیں ہوتے، بلکہ دلوں کی اصلاح کرنے والے، اخلاق سنوارنے والے اور تعلق باللہ کو مضبوط کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی مجلسیں ایمان کی تازگی کا سبب بنتی ہیں۔

علما کی اہمیت اور ان کی ذمہ داریاں:

وارثینِ انبیا؛

حدیث میں علما کو "ورثة الأنبياء" فرمایا گیا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے دین کی امانت علما کے سپرد کی، تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں، اس کی صحیح تشریح کریں اور امت کو راہِ مستقیم پر قائم رکھیں۔

باہمی ربط و اتحاد؛

موجودہ حالات میں ضروری ہے کہ علما باہمی ربط مضبوط کریں، علمی و تنظیمی سطح پر ایک دوسرے کے معاون بنیں، اور مقامی و عالمی مسائل پر مشترکہ حکمتِ عملی اختیار کریں۔ اختلافِ رائے کو نزاع کا سبب نہیں بلکہ وسعتِ فکر کا ذریعہ بنایا جائے۔

ہماری ذمہ داری:

علما کا مسلسل اٹھ جانا ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ؛

- علمِ دین کے حصول میں تاخیر نہ کی جائے۔
- باحیات علما کی قدر کی جائے، ان سے استفادہ کیا جائے۔
- نئی نسل کو علومِ شریعت کی طرف راغب کیا جائے۔
- مدارس، مساجد اور علمی اداروں کی سرپرستی کی جائے۔

یہ وقت شکوہ کرنے کا نہیں بلکہ سنبھلنے کا ہے۔ اگر ہم نے علم کے چراغ روشن رکھنے کا اہتمام نہ کیا تو فکری تاریکی بڑھتی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو علمائے ربانیین کی قدر کرنے، ان کے نقشِ قدم پر چلنے، اور نئے علما پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

محمد ظفراللہ ضیا رضوی، اتر دیناج پور بنگال، استاذ الادب: مدرسہ جمال مصطفیٰ ضلع: رامپوریوپی، آفس انچارج: جامعۃ البنات برکات رضا، ضلع: رامپوریوپی



محفلِ تحقیق کے سوال و جواب

سوال: کیا ذبح کرتے وقت قربانی کا جانور جتنے لوگوں نے پکڑا ہوا ہے ان سب کا اللہ اکبر کہنا ضروری ہے؟

سائل: راحل رضا اعظمی

الجواب

از: محمد مشرف علی تیغی

ذبح کرتے وقت جتنے لوگوں نے جانور کو پکڑا ہو ان سب پر اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں بلکہ جو ذبح کر رہا ہے اس کا کہنا ضروری ہے اگر وہ لوگ مل کر چھری چلا رہے ہیں تو دونوں کو پڑھنا ضروری ہے۔

حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: بے شک معین ذابح پر تسمیہ واجب ہے مگر معین ذابح سے مراد وہ شخص ہے کہ چھٹی چلانے میں اس کا مددگار ہو کہ اس صورت میں دونوں نے مل کر ذبح کیا اگر ایک نے بھی عمدا تسبیح ترک کیا تو جانور حرام ہے اور ذبح کے وقت جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر تسبیح واجب نہیں کہ یہ معین ذابح نہیں کہ فعل ذبح میں اس کو دخل نہیں۔ واللہ اعلم

(بحوالہ فتاویٰ امجدیہ، العطایا الاشرفیۃ فی المسائل الفقیہ المعروف بمحفل تحقیق، مسئلہ نمبر 69، ص 193)

سوال: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سن کر انگوٹھا چومنا کہاں سے ثابت ہے؟

سائل: محتشم رضا قادری

الجواب

از: محمد فرقان برکاتی امجدی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق کائنات ہیں فرش گیتی پر ان کی تشریف آوری تمام مخلوقات کے لئے نعمت اور سب سے بڑا احسان عظیم ہے ان کی محبت ہر انسان پر لازم ہے کہ محبت کے ساتھ اپنے محسن اعظم کا نام پاک سن کر اپنے انگوٹھے کے ناخن کو چوم کر آنکھوں سے لگانا اپنے آقا سے سچی محبت و عقیدت عشق و الفت کی روشن دلیل ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت کریمہ ہے، جیسا کہ علامہ شیخ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تفسیر روح البیان میں تحریر فرمایا کہ؛

جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے اندر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہوا تو رب تعالی نے وحی بھیجی کہ وہ تمہارے پشت سے آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان سے ملاقات کرا دے تو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخن میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مثل آئینہ ظاہر فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے جب جمال مصطفی کی زیارت کی تو محبت سے انگوٹھوں کے ناخن کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ (تفسیر روح البیان ج ٤،، ص ٦٤٩)

اسی طرح تفسیر مذکور میں حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ؛ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بھی برابر میں بیٹھ گئے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اٹھے اور اذان پڑھنا شروع کیا جب انہوں نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر چوم لیا اور کہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ" (اے اللہ کے رسول آپ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں) حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر جو شخص تیری طرح کرے گا اللہ تعالی اس کے نئے پرانے گناہوں کو معاف فرما دے گا خواہ وہ سہوا ہوں یا عمدا۔

ان دونوں تفسیروں سے معلوم ہوا کہ نام پاک سن کر دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر چوم کے رکھنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر کی سنت ہے۔

نام پاک سن کر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا دنیاوی فائدہ بھی ہے

اور اخروی بھی۔

(۱) سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نام پاک کو سن کر انگوٹھے کو آنکھوں سے لگا کر چومنے والے کو سرکار اعظم صلی اللہ وسلم اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ جیسا کہ فقہ کی مشہور و معروف کتاب رد المحتار معروف بہ شامی حاشیہ علی الدر المختار میں علامہ محمد امین بن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

جو شخص پہلی بار اشہد ان محمد رسول اللہ" سن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور دوسری بار قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہے پھر اپنے انگوٹھے کے ناخن چوم کر آنکھوں پر رکھ کر کہے؛ اللھم متعنی بالسمع والبصر تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ (رد المحتار ج ۱، ص ۲۹۳)

(۲) اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل ہوگی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۳) خطائیں معاف ہو جائیں گی اور گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(٤) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت کی ادائیگی ہوگی۔

(۵) بروز محشر سرور عالم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی چنانچہ علامہ امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ والرضوان دیلمی کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل فرماتے ہیں؛

لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتين السبابتين ومسح على عينه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت له شفاعتي

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب مؤذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ" کہتے سنا تو یہی کہا اور اپنی انگشتان شہادت کے اندرونی حصے کو چوم کر آنکھوں سے لگایا تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس طرح کرے گا جیسا کہ میرے خلیل ابو بکر نے کیا تو اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔

ممکن ہے کہ جائز نہ ماننے والے مثلا وہابی دیوبندی وغیرہم یہ کہہ کر سارے دلائل سے چشم پوشی کرنے کی کوشش کریں اور لوگوں کو بہکانے میں لگ جائیں اور یہ کہیں یہ روایت ضعیف ہے تو اس کے جواب کے لیے یہ کافی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو سن کر انگوٹھے چومنا فضائل اعمال میں سے ہے اور فضائل اعمال کے ثبوت کے لئے حدیث ضعیف بھی بالاجماع مقبول و معمول ہے اس میں کسی کا انکار نہیں۔

حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب انگوٹھے چومنے کی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا ثابت ہے تو عمل کے لیے کافی ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز و درست ہے بلکہ باعث برکت اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت مبارکہ بھی ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ قربانی ہوسکتی ہے مثلا گائے جو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں ہوسکتا ہے، اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکا کے حصے برابر ہوں بلکہ کم وبیش بھی ہوسکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں نمبر وہ سے کم نہ ہو - (بہار شریعت بحوالہ در مختار رد المحتار)

سائل: خان القادری

الجواب

از: محمد فاضل وندھانی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قربانی کے جانور میں شرعاً سات حصے ہوتے ہیں، اور ہر شریک کے لیے کم از کم مکمل حصہ (یعنی ساتواں حصہ) ہونا ضروری ہے - اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہوا تو اس کی قربانی درست نہیں ہوتی، بلکہ سب کی قربانی فاسد ہو جاتی ہے -

اب صورت مسئولہ کو دیکھیے: فرض کریں ایک جانور ہے، جسے پانچ افراد نے مل کر خریدا ان میں سے تین افراد نے دو حصہ لیا (یعنی کل چھ حصے ہوگئے)، اور باقی دو افراد نے مل کر ایک حصہ خریدا - یوں ان دونوں کا حصہ آدھا آدھا ہوا، جو کہ ساتویں حصے سے کم ہے چوں کہ ہر شریک کے لیے ایک مکمل ساتواں حصہ شرط ہے، اس لیے ان دونوں کی قربانی درست نہیں ہوگی، بلکہ پورے جانور کی قربانی فاسد شمار ہوگی - اسی طرح اگر دوسری صورت یہ ہو کہ دو افراد نے تین تین حصہ لیا (یعنی کل چھ حصے) اور باقی ایک حصہ تین افراد نے آپس میں تقسیم کر لیا، تو ہر ایک کا حصہ ثلث (3/1) یعنی ایک تہائی ہوگا، جو کہ پھر بھی ساتویں حصے سے کم ہے لہذا دونوں ہی صورتوں میں چوں کہ بعض شرکا کا حصہ مکمل ایک حصہ (یعنی ساتواں حصہ) نہیں ہے، اس لیے شرعاً کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوگی -

والله اعلم باالصواب واليه مرجع المآب

(العطايا الاشرفية فی المسائل الفقيہ المعروف بمحفل تحقيق صفحہ 192/93 مسئلہ نمبر 68)

قسط: اوّل

خدا کے وجود کا عقلی اثبات

مع اردو و انگریزی مصطلحات

محمد فاضل وندھانی مصباحی، ناندیڑ مہاراشٹر

بسم اللہ و الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

اس مضمون میں ہم وجود باری تعالی کے اثبات کو مستحکم و مضبوط مختلف عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ دلائل وہی ہیں جنھیں ہم نے اپنی درسی کتب میں علم عقائد علم کلام فلسفہ اسلام اور منطق کے مباحث کے ضمن میں باقاعدہ پڑھا ہے۔ اس پورے مضمون میں وجود باری تعالی کے اثبات کو انہی معروف اصطلاحات عقائد اور فنی تعبیرات کے ذریعے واضح کیا جائے گا تاکہ یہ مسئلہ نہ صرف ایمانی بلکہ عقل سے سے بھی پوری طرح واضح ہو سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بحث کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر کبھی ہمارا سامنا کسی ملحد [Atheist] منکر خدا سے ہو جائے تو ہم عقلی دلائل اور منطقی براھین کی بنیاد پر اس کے شبہات کا جواب مؤثر اور علمی انداز میں دے سکیں۔

فأقول و باللہ التوفیق

(Rational Proof of the Existence of God)

اسلامی فلسفہ (Islamic Philosophy) علم الکلام (Ilm al-Kalām) اور عقلی منطق (Logic) کی روشنی میں خدا کے وجود کو عقلاً ثابت کرنا اسلامی فکر علم الکلام اور فلسفہ اسلام کا ایک بنیادی موضوع ہے جو ہمیں درسی کتابوں (شرح العقائد، ملا حسن، المعتقد المنتقد) میں تفصیل کے ساتھ ملے گا۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان محض تقلید (Blind Faith) پر مبنی نہیں بلکہ عقل سلیم (Sound Reason) اور منطقی استدلال (Logical Reasoning) پر قائم ہے۔ مسلمان فلاسفہ (Muslim Philosophers) اور متکلمین (Theologians) اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح وحی (Revelation) خدا کے وجود کی خبر دیتی ہے اسی طرح عقل (Reason) بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔

اسے ہم کئی طرقہ سے سمجھ سکتے ہے جیسے:

•1 برہان امکان و وجوب (Argument from Contingency and Necessity)

•2 برہان نظم (Argument from Design or teleogical Argument]

•3 برہان حرکت (Argument fo Motion)

•4 برہان اخلاق (Moral Argument)

•5 برہان فطرت [Fitraf Argument]

یہ بنیادی براہین ہیں اس کے علاہ بھی کئی طریقے ہیں جو ہم درسی کتب سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ان میں سے پہلی دلیل کی تفصیل پیش خدمت ہے:

1 برہانِ امکان و وجوب

(Argument from Contingency and Necessary)

اس پر ابن سینا (Ibn Sīnā / Avicenna) کی مشہور عقلی دلیل یہ ہے (بالترتیب ا، ب، ج، د، ہ۔ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں)

(الف) ممکن الوجود کی حقیقت

(Reality of Contingent Beings)

ہم اس کائنات (Universe) میں جن چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں انسان (Human), جانور (Animals), درخت (Trees), پہاڑ (Mountains), سیارے (Planets) اور پوری کائنات یہ سب ممکن الوجود (Contingent Beings) ہیں۔

ممکن الوجود (Contingent Being): اس وجود کو کہتے ہیں جو ہو بھی سکتا تھا (Could exist) اور نہ بھی ہو سکتا تھا (Could have not existed) جس کا ہونا ضروری نہیں (Not necessary by itself) یعنی

ان اشیا کا وجود ذاتی و لازمی (Intrinsic & Necessary) نہیں۔ یہ خود بخود (By itself) وجود میں نہیں آسکتیں بلکہ انہیں کسی سبب (Cause) اور علت (Reason) کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) علت کا اصول (Principle of Causality)

عقل کا ایک بدیہی اصول (Self-evident Principle) یہ ہے کہ ہر ممکن الوجود (Every Contingent Being) کے لیے ایک سبب (Cause) کا ہونا ضروری ہے اگر کسی چیز کا کوئی سبب نہ ہو تو وہ وجود میں نہیں آسکتی (Cannot exist) اس کا ہونا محال ہے (Impossible) لہذا تمام ممکن موجودات (All contingent existents) کسی نہ کسی پر موقوف ہیں۔

(ج) لامتناہی تسلسل کا بطلان (Rejection of Infinite Regress)

اب سوال پیدا ہوتا ہے اگر ہر چیز کا سبب کوئی اور چیز ہو، تو کیا یہ سلسلہ ہمیشہ پیچھے کی طرف چلتا رہے گا؟ عقل سلیم واضح فیصلہ کرتی ہے کہ علت و معلول کا لامتناہی سلسلہ (Infinite Regress of Causes) محال ہے۔ کیوں کہ اگر پہلی علت (First Cause) نہ ہو تو کوئی بھی چیز وجود میں نہ آسکے۔

(د) واجب الوجود کا اثبات (Affirmation of the Necessary Being)

لہذا عقل اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ ایک ایسا وجود ضرور ہونا چاہیے جو خود کسی کا محتاج نہ ہو (Independent) جس کا وجود ذاتی ہو (Necessary by itself) جو ہمیشہ سے ہو (Eternal) اور جس پر باقی تمام ممکن الوجود اشیا منحصر ہوں اسے کہا جاتا ہے واجب الوجود (Necessary Being)۔

(ہ) واجب الوجود اللہ تعالیٰ ہی ہے (Necessary Being is Allah)

یہ واجب الوجود (Necessary Being) غیر مخلوق ہے (Uncreated) ازلی و ابدی ہے (Eternal & Everlasting) سب کا خالق ہے (Creator of all) سب اس کے محتاج ہیں (All depend on Him) اور وہ کسی کا محتاج نہیں (Independent) یہی ہستی اللہ تعالیٰ (Allah Almighty) ہے۔

ان دلائل کو مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ آپ فرض کریں: ایک پنکھا چل رہا ہے (A fan is running) عقل فوراً کہتی ہے؛ کسی نے سوئچ آن کیا ہے (Someone turned it on) بجلی موجود ہے (Electricity exists) کوئی سبب ضرور ہے (There is a cause) ایسا ممکن نہیں کہ پنکھا بغیر سبب کے خود بخود چلنے لگے۔ اسی طرح یہ پوری کائنات بھی بغیر سبب کے وجود میں نہیں آسکتی۔

(یہ صرف تقریب فہم کے لیے آسان مثال پیش کی گی ہے۔)

ان سب کا نتیجہ نکلتا ہے کہ برہان امکان و وجوب (Argument from Contingency) ہمیں عقلاً اس نتیجے تک پہنچاتی ہے کہ کائنات ممکن الوجود ہے (The universe is contingent) ممکن الوجود کو واجب الوجود کی ضرورت ہے (Contingent beings need a Necessary Being) لامتناہی علل کا سلسلہ محال ہے (Infinite regress is impossible) لہذا ایک ازلی ابدی غیر محتاج ہستی کا وجود لازم ہے اور وہ ہستی اللہ ربّ العالمین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ماخوز: شرح العقائد نسفیہ، ملا حسن، The Nasafi Creed [شرح العقائد کا انگریزی نسخہ)، ہدایۃ الحکمت، انٹرنیٹ ۔

نوٹ: یہ معلومات محض دو تین دن میں جمع نہیں کی گئی ہیں بلکہ کئی ماہ کی جمع کردہ باتوں کا خلاصہ ہیں۔

ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً باقی براہین کو مکمل تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا رہے گا۔



فضیلتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

احمد ریحان متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ربِ ذوالجلال نے جن نفوسِ قدسیہ کو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب کیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی مقدس جماعت ہے، قران مجید برہان رشید میں ان سب کے جنتی ہونے کا اعلان کیا گیا، کیونکہ خالق کائنات جلّ جلالہ نے فتح مکہ سے اور فتح مکہ کے بعد کے جمیع اصحاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "وکلاً وَعد اللہُ الحسنیٰ" ان سب سے اللہ تعالی نے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے (سورہ حدید) اور ایک دوسری جگہ فرمایا "ان الذین سبقت لہم منَ الحسنی أولئک عنہا مبعدون" جن سے جنت کا وعدہ کر دیا گیا ہے ان کو جہنم سے دور کر دیا گیا ہے اور اتنا دور کر دیا گیا ہے کہ "لا یسمعون حسیسھا" وہ تو جہنم کی اگ کی اواز بھی نہیں سنیں گے اور وہ جنتی ہیں (سورہ انبیا) انہیں وعدۂ حسنیٰ کا مژدۂ جاں فزاں پانے والوں کی فہرست میں ایک نام کاتب وحی، خال المومنین، امیر المومنین، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی ہے، ذیل کی سطور میں اسی عظیم المرتبت صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے حوالے کچھ گوشیں پیش خدمت ہیں۔

امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تعارف:

حضرت امیر معاویہ (602ء) میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہما ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ فتح مکہ سے پہلے مشرف با اسلام ہوے اور اس کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر ہوا، آپ قریش کے ایک معزز خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ قبولِ اسلام کے بعد اپنی پوری زندگی خدمت دین اور تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک بہترین سپہ سالار، مدبر حکمران، کاتب وحی اور مجتہد صحابی تھے۔

فضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ قران و حدیث کی روشنی میں:

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل و مناقب کے متعلق سب سے پہلے یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ تمام فضائل اور مناقب جو مطلقاً بغیر کسی تقیید و تخصیص کے مجموعی طور پر جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں وارد ہوے ہیں ان کا مصداق جہاں پوری جماعت صحابہ ہے بعینہ اسی طرح ان فضائل و کرامات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی برابر کے شریک و سہیم ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ان چند منتخب اور چنیدہ بختاور افراد میں سے ہیں جن کو بارگاہِ نبوت سے کتابتِ وحی کا منصب عطا کیا گیا تھا، بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق ان کاتبین وحی کی فضیلت، کرامت اور شرافت قران حکیم نے بیان کی ہے: "بایدي سفرۃٍ کرامٍ بررۃ" یعنی یہ قران ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو باعزت، پاک باز، اور نیکوکار ہیں (العبس 1615)

علاوہ ازیں احادیث میں خاص آپ کے بہت سے فضائل وارد ہوے ہیں، سر دست چند ایک پیش خدمت ہیں: کئی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں سے نوازا، کبھی ہادی و مہدی کا قابلِ رشک تمغہ عنایت فرمایا، نیز براں اس پر ثابت قدمی کی یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! (امیر) معاویہ کو دوسروں کے لیے رہبر اور رہنما اور ہدایت یافتہ بنا، (جامع ترمذی:3842) یہ حدیث حسن اور محدثین کے یہاں مقبول ہے،

ایک دوسری حدیث میں آقا علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے علم و علم کی یوں دعا فرمائی: اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔ (مسند امام احمد: 17152, 28, 383)

کبھی نوازشوں کی بارش یوں برسائی کہ خاص مجلس میں ان کی عظمت پر یوں مہر لگائی کہ: معاویہ کو بلاؤ اور یہ معاملہ ان کے سامنے رکھو، وہ قوی اور امین ہیں (مسند بزارۃ 3507)

کبھی سفر میں خدمت کا شرف بخشا اور وضو کرتے ہوئے نصیحت فرمائی: معاویہ! اگر تم کو حکمران بنایا جائے تو اللہ کے عذاب سے ڈرنا اور عدل و انصاف کا دامن تھام کر رکھنا (مسند احمد: 16931)

یہ چند حدیثیں ہیں جو بطور نمونہ مذکور ہیں ورنہ ان کے علاوہ بے شمار احادیث طیبہ اور اقوال سلفِ صالحین سے بھی حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت آفتابِ نیم روز کی طرح روشن اور عیاں ہے، مشہور مؤرخِ اسلام علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محدث کبیر حضرت امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت میں جہاد کرتے ہوے جو مٹی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں گئی اس مٹی کے ذرے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں (البدایہ والنہایہ: جلد8 ص: 139)

نیز یہ بھی آپ کی عظمت و شرافت کی دلیل ہے کہ آپ کو نبی پاک علیہ السلام سے قرابت اور رشتہ داری بھی حاصل ہے آپ کی ہمشیرہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم اور زوجیت میں تھیں، اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی بھائی بھی ٹھہرے۔

اوصاف مبارک: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اخلاص اور عہد وفا، علم و فضل اور فقہ و اجتہاد، حسن سلوک، سخاوت، تقریر و خطابت، مہمان نوازی تحمل و بردباری، غریب پروری خدمت خلق، اطاعت الٰہی، اتباع سنت، تقوی اور پرہیزگاری جیسے عمدہ اوصاف سے متصف تھے۔

مولا علی مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کہ اگر وہ تم میں نہ رہے تو تم سروں کو کندھوں سے ایسے ڈھلکتے دیکھو گے جیسے اندرائن (پھل) یعنی دشمن کے آگے تم ٹھہر نہ سکو گے (مصنف ابن ابی شیبہ: ص724، رقم 18)

وصال: علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا یہ سورج 22 رجب المرجب 60 ہجری، 78 سال کی عمر میں غروب ہو گیا، حضرت قیس بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جب کہ دمشق کی باب الصغیر کو آخری آرام گاہ ہونے کا اعزاز بخشا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی عظمت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک بلند مرتبہ صحابی دیانت دار حکمران اور عظیم مدبر تھے ان کی خدمات اور کارنامے اسلامی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، ان کے مقام کو تسلیم کرنا اور ان کے حق میں خیر خواہی کا جذبہ رکھنا ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔

اللہ تعالی ہمیں حضرت امیر معاویہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

حضور مجدد برکاتیت اور آپ کی اولاد

محمد ارشد القادری مصباحی ، فاضل شعبہء صحافت مانو حیدآباد

خاندان برکات کی بکھرتی روایات کو سنبھالنے والے مجدد برکاتیت حضور سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری برکاتی شاہ جی میاں قدس سرہ کی ولادت مبارکہ ۳/ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ بڑے دادا حضرت سید شاہ آل رسول احمدی نے کنیت ابوالقاسم اور لقب شاہ جی تجویز فرمایا۔ آپ کے نانا سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم نے سید اسمعیل حسن نام رکھا۔ اہل سلسلہ کے درمیان بعد میں حاجی میاں کی عرفیت سے مشہور ہوئے۔

(تاریخ خاندان برکات: ص۵۷ مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی، صاحب عرس قاسمی، از: علامہ ساحل شہسرامی، ص۹ مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ)

خاندانی پس منظر:

آپ کے جد اعلی سید علی عراقی رضی اللہ عنہ ترک وطن کر کے قریہ واسطہ میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے۔ یہ قریہ عراق عجم اور عراق عرب کے درمیان واقع ہے۔

حضرت علی عراقی کے اخفاد سے حضرت ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں کے ساتھ سلطان غزنوی کے زمانہ میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے۔ ان میں سے ایک صاحبزادے سید ابو فراس ہیں جو سادات بلگرام کہلاتے ہیں۔ سید ابو الفرح تو کچھ عرصہ بعد ایک صاحبزادے کے ہمراہ واسطہ واپس تشریف لے گئے اور بقیہ تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا۔ سید ابو فراس نے جاجیز میں اقامت اختیار فرمائی ان ہی کے اخفاد میں سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھوں نے سلطان شمس الدین التمش کے ایما پر راجہ بلگرام سے جہاد کیا اور اس کے قتل کے بعد ٦١٤ھ میں فتح پائی۔ سلطان شمس الدین نے اس فتح کی خوشی میں بلگرام کا وسیع علاقہ حضرت کی جاگیر میں دے دیا۔ بلگرام کا اصل نام پہلے (سری) تھا حضرت نے تبدیل فرما کر اس کا نام بلگرام رکھا اس وقت سے

حضرت کا خاندان حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ تک بلگرام میں رہا اس کے بعد حضرت میر عبد الواحد بلگرامی کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ میر عبد الجلیل (م۱۰۵۷ھ) ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ شریف تشریف لائے اور اسے آباد فرمایا۔ اس وقت سے آج تک سید شاہ میر عبد الجلیل کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ ۲۰۰۲ سیدین نمبر، ص:۲۷۸، تاج العلما، ص، ۸،۹ مطبوعہ کراچی)

حضرت میر عبد الجلیل کے فرزند خورد حضرت سید شاہ اویس (م۱۰۹۷ھ) تھے۔ اور ان کے فرزند اکبر صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی (م۱۱٤۲) ہیں جن کی نسبت سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رواں دواں ہے۔

امید ہے قارئین کرام باآسانی یہاں تک پہنچ گئے ہوں گے اب آپ کی تفہیم بلیغ کے لیے مزید بتاتے چلے کہ حضور مجدد برکاتیت کا صاحب سلسلہ حضور برکت اللہ صاحب تک سلسلہ نسب کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن بن سید محمد صادق بن سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن حضرت سید شاہ حمزہ بن حضرت سید شاہ آل محمد بن سید شاہ صاحب البرکات سید برکت اللہ صاحب پھر اسی طرح ہوتے ہوئے حضرت قاسم البرکات قدس سرہ کا سلسلہ نسب تقریباً ٤٤ واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

عائلی زندگی:

صاحب عرس قاسمی حضرت ابوالقاسم کا عقد مسنون آپ کے حقیقی ماموں زاد بہن سیدہ منظور فاطمہ بنت سید نور المصطفی ابن سید غلام محی الدین امیر عالم کے ہمراہ ہوا جن سے دو صاحبزادے سید غلام محی الدین فقیر عالم و تاج العلما سید اولاد رسول فخر عالم محمد میاں اور چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔
زاہد فاطمہ، اعجاز فاطمہ، حمیرا خاتون رضیہ بیگم اور اکرام فاطمہ۔ چھوٹی صاحبزادی اکرام فاطمہ شہربانو حضرت سید العلما اور حضرت احسن العلما کی والدہ ماجدہ ہیں۔
(صاحب عرس قاسمی: مصنف، علامہ ساحل شہسرامی، ص ۱۵، تاریخ خاندان برکات)

عنقریب ہم تمام اولاد پاک کو بالتفصیل بیان کریں گے قبل اس کے کہ صاحب عرس قاسمی پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

صاحب عرس قاسمی بلند کردار، نیک طبیعت، دیندار، اور انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی پوری زندگی عبادت الٰہی اور عشق رسالت سے عبارت تھی۔ سادہ طبیعت، باحوصلہ، پُرخلوص اور ہمدرد بزرگ تھے۔ فکری ژولیدہ آپ کو چھو کر بھی نہیں گزرتی تھی۔ علم پروری، صاف معاملی، جرأت مندی، کنبہ پروری، اور خاندانی روایات کو اخلاف تک پہنچانے میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ دنیاوی رعب بالکل قبول نہ کرتے تھے۔ صحت اچھی تھی۔ دراز قد، گندمی رنگ، ستواں باریک ناک، باریک لب، خوبصورت چھوٹے دانت اور شانہ کشادہ تھا۔ شمشیر زنی، گھوڑ سواری اور تیراکی میں ماہر تھے۔ ایسے بہترین پیراک تھے کہ بڑے گھر کے شہتیر سیتا پور سے ندیوں میں تیرا کے لائے تھے۔ آثار و تبرکات سے خصوصی دلچسپی تھی۔

۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر جب واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ سے عجوا کھجور کا بیج ساتھ لائے اور حویلی کے صحن میں لگایا۔ کھجور کا یہ مبارک درخت آج بھی موجود ہے، جس کی عمر ۱۲٦ برس ہو چکی ہے۔ آپ کی حوصلہ مندانہ غیرت، جبلی شجاعت اور ہمدردانہ طبیعت و سخاوت کے واقعات سے کتب میں بھر مار لگے ہیں۔

دین و سنیت پر استقامت، اکابرین کی روایات کا احترام و تحفظ، اعتدال فکر، ثبات عمل آپ کی بنیادی خوبیاں تھیں۔ آپ صورتاً سیرتاً بزرگان سلف کا نمونہ اور زہد و اتقا میں اکابرین برکاتیہ کی سچی تصویر تھے۔ آپ نے خاندان برکات کی دیرینہ روایات کو برقرار رکھا اور اس کی تجدید و احیا کا جو سلسلہ شروع فرمایا تھا آپ کے چھوٹے صاحبزادے تاج العلما نے اپنے علمی اور تربیتی سطح پر تفشی بخش حد تک اس کی تکمیل فرما دی ہے۔

سلسلہ وار اب آپ کی اولاد پاک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) آپ صاحب عرس ابوالقاسم کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ نام مبارک غلام محی الدین عرف فقیر عالم لقب ثابت حسن تھا۔ اور ایک دوسرا نام غلام حمید الدین بھی تھا۔ یہ سب آپ کے والد ماجد مرشد برحق سیدنا شاہ ابو القاسم شاہ جی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھے تھے۔ آپ کی ولادت شریف ٤ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ھ بوقت شب چہار شنبہ مارہرہ میں آپ کے حضرات اب وجد کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعمیر فرمائی ہوئی محل سرائے خانقاہ برکاتی دیوان خانہ حضرت جد اعلی برکات ثانی سید شاہ حقانی قدس سرہ العزیز النورانی میں ہوئی۔ (صاحب عرس قاسمی، ص، ۱۵)

پرورش:

بچپن میں اپنی جدہ ماجدہ اور والدہ ماجدہ کے آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ اور خانقاہ برکاتی کی خادمہ مسماۃ مخمل ایاّ مرحومہ نے اور مارہرہ کے شرفا میں سے بنت الفاطمہ دختر چودھری مومن علی خان کمبوہ نے آپ کو کچھ دنوں تک دودھ پلایا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت:

رسم تسمیہ خوانی حضرت سیدی جد امجد بقیۃ الاسلاف حجۃ الاخلاف حضرت شاہ محمد صادق تاجدار مسند قادری برکاتی قدس سرہ العزیز نے ادا فرمائی۔ قاعدہ بغدادی اور قرآن مجید حفظ ڈیڑھ پارہ تک حافظ عبد الحفیظ صاحب خلف استاذی حافظ عبد الکریم صاحب ملک پوری مرحومین نے پڑھایا۔ باقی تمام قرآن مجید برعایت

قواعد تجوید استاذ محترم حافظ شاہ عبد الکریم صاحب قادری برکاتی آل رسول ملک پوری مرحوم و مغفور نے حفظ کرایا۔ بارہ برس کے سن میں حضرت مکمل قرآن کے حافظ ہو گئے۔ (ماہنامہ اہلسنت کی آواز ۲۰۱۰، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ)

اعلی تعلیم:

دوران حفظ قرآن مجید ہی درسیات مروجہ فارسی کی تکمیل اور مشق خوش نویسی منشی فرزند حسن صاحب پالوی مہتم مطبع صبح صادق سیتاپور اور ان کے بڑے بھائی منشی آل حسن صاحب پالوی سے کی۔ یہ دونوں بالخصوص منشی آل حسن صاحب اپنے وقت کے مشہور خطاط اور خوش نویسوں کے استاد تھے۔

ختم قرآن مجید کے بعد آپ نے حضرت مولانا سیدنا فخر العلما، افتخار العرفا علامہ مفتی الشاہ تاج الفحول محب الرسول مظہر حق عبد القادر صاحب بدایونی قادری برکاتی مجیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میزان الصرف شروع فرمائی اور پھر صرف و نحو عربی کی تکمیل اپنے والد ماجد مرشد برحق قدس سرہ نیز مولوی محب احمد صاحب بدایونی سے کی۔ اور فقہ، منطق، فلسفہ اور علم معانی، علم بیان و عقائد کے مختصرات اور متوسطات درسیات مروجہ مولوی حافظ حکیم محمد امیر اللہ صاحب بریلوی سے پڑھیں۔

(مسائل امامت بنام رسالہ مباحث امامت، ص ٦ مطبوعہ مشہور آفسٹ کراچی)

اس تحصیل علم کے دوران آپ اپنے والد ماجد حضور ابوالقاسم اور استاذ گرامی مولوی امیر اللہ بریلوی کے ہمراہ پٹنہ میں (مدرسہ اہلسنت) پٹنہ کے عظیم الشان جلسہ میں جو بسلسلہ امتحان طلبہ مدرسہ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں ہوا تھا، جس میں بکثرت علما نے شرکت کی تھی حاضر ہوئے اور مصری لہجہ میں آیات قرآنی پڑھ کر سامعین کے دل جیت لیے۔ دیکھیں......(روداد بنام دربار حق و ہدایت، ص،١٤)

تعلیم خاندانی:

خاندانی تعلیم و تربیت والد ماجد حضور سید شاہ محمد اسماعیل حسن قادری برکاتی سے پائی اور آپ ہی کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا لپویہ میں شرف بیعت سے اپنے داداجان سید شاہ محمد صادق کے چہلم شریف کے دن ٤ ذی الحجہ ۱۳۲٦ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ بروز دوشنبہ بوقت عصر یہاں کی حویلی سجاد کی قدیم خاندانی میں مشرف ہوئے۔ اور والد محترم مرشد برحق سے تمام اوراد و وظائف کی اجازت عامہ و خاصہ پائی۔ اور اپنی والدہ کے حقیقی ماموں نانا قبلہ و کعبہ سید ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ سے بھی جملہ سلاسل و جمیع اوراد و اشغال و اذکار و اسناد و احادیث و مصافحات وغیرہا برکات سے اجازت و خلافت پائی۔ پھر حضور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری نے ایک خلافت نامہ اپنے دست مبارک سے لکھا۔ دیکھیں خلافت نامہ:(اہلسنت کی آواز ۲۰۱۰ء خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ)

قارئین کرام کے علم میں مزید اضافہ کے لیے بتاتا چلوں کہ حضور ابو الحسین احمد نوری وہی پاک ہستی ہیں جن کے دادا شیخ سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کے دست مبارک پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور آپ کے والد بزرگوار علامہ نقی خاں علیہ الرحمہ نے بیعت کی۔ آپ ہی کی وہ ذات بابرکات ہے جسے اپنے دادا جان سید آل رسول مارہروی کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ (فتنوں کا ظہور، ص،١٦٩)

آپ مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے مرشد گرامی ہیں۔ (ماہنامہ استقامت کان پور مفتی اعظم نمبر مئی ۱۹۸۳ء)

حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے مرشد برحق حضور سید ابو الحسین احمد نوری میاں نے مارہرہ میں اعلی حضرت کو آپ کے تولد کی بشارت دی تھی اور ولادت کے چھ ماہ بعد بریلی تشریف آوری ہوئی تو بیعت سے نوازا پھر خلافت و اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ (مقالات مصباحی، مرتب توفیق احسن برکاتی، ص، ٣٢٤)

نکاح: ۲۵ شوال المکرم ۱۳۱۸ھ میں حضرت غلام محی الدین ابن ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب کا عقد مسنون حضرت سید شاہ نور احمد بن سید شاہ نور الحسن صاحب مغفور سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ کی صاحبزادی سعید فاطمہ سے ہوا جو آپ کی حقیقی پھوپھی کی لڑکی ہیں۔ آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(تاریخ خاندان برکات، ص،٥٩)

تصانیف: نو عمری سے ہی آپ کو تعلیم و تصنیف کا شغف تھا۔ آپ کی تصانیف میں مباحث امامت، عقائد نامہ منظوم، طرد المبتدعین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (صاحب عرس قاسمی، ص١٥)

طرد المبتدعین کو ملاحظہ فرماکر اعلی حضرت نے آپ کے چھوٹے بھائی تاج العلما کو تحریر فرمایا مولوی امجد علی اعظمی نے رسالہ مبارکہ طرد المبتدعین مجھے دے دیا ہے۔

سبحان اللہ (ماشاء اللہ) بارک اللہ فیکم و علیکم ولکن وبکم.

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۱(ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ)

ان رسائل کے علاوہ مشہور شعر نعت شریف "یا حبیبی سیدی روحی فداک الی آخرہ" پر اُردو میں ایک مختصر تضمین رسالہ مبارکہ ماہنامہ اہلسنت کی آواز میں مطبوع ہے۔ اس کے علاوہ ایک مکتوب رد قادیانی اور ایک بعض نامہربان عزیزوں کے جواب میں اور ایک ترک اسلام دھرم پال آریہ کے رد میں اور کئی اور تحریرات حمایت دین متین میں ہیں جو ابھی قلمی صورت میں غیر مطبوع ہیں۔

(رسالہ مباحث امامت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار:

١٣٢٩ھ کے آخر میں وزیر صاحب ریاست خیر پور سندھ سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی۔ انہوں خاندان برکاتیہ کو خوب سراہا اور خوشخبری سنائی کہ وہ اپنے وطن انبیٹھ میں ایک مدرسہ قائم کئے ہوئے ہیں مگر اس کا انتظام درست نہیں ہو پاتا اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو درست ہوجائے گا۔ آپ نے والد گرامی کی اجازت لے کر انبیٹھ کا سفر فرمایا اسی دوران سفر ریل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے۔ قدم مبارک بوسہ لے کر عرض کیا:

"حضور میں بہت گناہگار ہوں اور نگاہ کرم کا امیدوار"

حضور نے ارشاد فرمایا: "تم جیسے ہو ہمیں خوب معلوم ہے اب ہمارے پاس چلے آؤ ہمیں تم سے بہت کام لینا ہے۔"

(مباحث امامت: ص،١٢-١٣ و اہلسنت سنت کی آواز ٢٠١٠ء صفحہ: ٢٣٣)

اسی سفر سے آپ کی طبیعت ناساز اور سستی سی جسم میں پیدا ہو گئی۔ بغرض علاج مارہرہ ضلع ایٹہ میں لائے گیے، پھر لکھنؤ اور تقریباً پانچ چھ ماہ جوائی ٹولہ کے مشہور حکیم عبد الحفیظ لکھنوی نے علاج کیا مگر طلب تو کسی اور ہی خدمت کے لیے ہوچکی تھی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

تاریخ وفات:

آخر ٢٨/ رمضان المبارک ١٣٣٠ھ بدھ کے دن ظہر کے اول وقت لکھنؤ محلہ کٹرہ مکان محمد بشیر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ وہاں سے آپ کا جنازہ مارہرہ شریف لایا گیا۔ بریلی اسٹیشن پر جب جنازہ حضرت کا پہنچا تو اعلی حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنے چند رفقا کے ساتھ تشریف لاکر حضور سیدی ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قادری برکاتی سے تعزیت مسنونہ ادا فرمائی۔ وصال پر عربی منظوم تعزیت جو کہ دس عربی اشعار قطعہ پر مشتمل ہے۔ (عقائد نامہ منظوم، صفحہ نمبر ٢٤)

جمعہ شوال المکرم ١٣٣٠ھ صبح صادق کے وقت دالان پائین گنبد درگاہ معلی متصل مزار پاک (اپنے نانا حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب) دفن ہوئے۔ (تاریخ خاندان برکات، ص ٥٩)

(٢) حضرت تاج العلما آپ صاحب عرس قاسمی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اسم گرامی اولاد رسول ہے اور مشہور محمد میاں سے ہیں۔ آپ کا لقب تاج العلما ہے۔ آپ کی ولادت ٢٣/ رمضان المبارک ١٣٠٩ھ سیتاپور میں آپ کے دادا سید شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے دولت کدے پر ہوئی۔

اولاد رسول فخر عالم محمد پر عقیقہ کیا گیا اور محمد میاں کے نام سے مشہور ہوئے۔ بعض بزرگ ان کو محمد عالم بھی کہتے ہیں اس مناسبت سے کہ آپ کے برادر اکبر غلام محی الدین کو فقیر عالم کہا جاتا تھا۔ (اہلسنت کی آواز ٢٠١٠ء)

ابتدائی تعلیم: درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے والد ماجد حضور ابو القاسم اور منشی فرزند حسن صاحب ساکن قصبہ پالی ضلع ہردوئی اور مولوی میاں جی رحمۃ اللہ مارہروی سے پڑھیں۔ اور اپنے برادر اکبر حضور سید الشاہ غلام محی الدین فقیر عالم سے مشق خط کی۔ اور درسیات مروجہ مسائل درس نظامی فقہ، اصول فقہ، منطق، علم معانی و علم بیان و نحو و صرف وغیرہ اپنے والد ماجد، مولوی سید حیدر شاہ صاحب، مولوی شاہ غلام رحمانی، حافظ امیر اللہ بریلوی، مولوی عبد المقتدر بدایونی سے پڑھیں۔ علم حدیث وغیرہ کی سند خاندانی سلسلہ والد ماجد اور نانا سید ابو الحسین احمد نوری میاں جو آپ کی والدہ ماجدہ کے حقیقی ماموں جان تھے حاصل ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ ٢٠٠٢ سیدین نمبر، ص٣٠٥)

آپ نے قرآن مجید اپنے والد ماجد اور برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم اور ہمشیرہ معظمہ اعجاز فاطمہ اہلیہ مہدی حسن صاحب اور جناب استاد مکرم حافظ عبد الکریم صاحب ملکپوری سے حفظ کیا۔ (تاریخ خاندان برکات، ص،٦٥،٦٦)

آپ کو اعلی حضرت امام احمد رضا خان مجدد بریلوی سے تلمذ رسمی حاصل نہیں پھر بھی اعلی حضرت کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر اور برتر استاذ جانتے اور مانتے تھے۔ چنانچہ اپنی ایک منقبت میں فرماتے ہیں:

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیرؔ
تیرا تیرا ہے تیرا اُحمد رضا

(صاحب عرس قاسمی، از: علامہ ساحل شہسرامی)

بیعت و خلافت: اس سلسلہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں: کہ فقیر کو والد گرامی سے تمام سلاسل، اوراد و وظائف کی اجازت عامہ حاصل ہوئی اور نانا جان ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ سے بھی حاصل ہے۔(تاریخ خاندان برکات)

سجادہ نشینی: حضرت سید شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن کا وصال ہو گیا حضرت نے اپنے حیات ہی میں تاج العلما کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سجادہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کے مطابق حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر حسب دستور قدیم خاندان برکاتیہ آپ سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے۔ (مبحث الاذان و شافی جواب پر کافی ایرادات، ص،٢٣)

عقد مسنون: آپ کا عقد منظور فاطمہ دختر سید وجیہ الدین احمد نقوی بریلوی سے جو جناب سید محمد یحیی عرف مجو میاں صاحب کی حقیقی نواسی ہیں ہوا۔ ایک لڑکا ہوا جو جاتا رہا۔ (اہل سنت کی آواز ٢٠١٠،ص٢٩٩)

حضرت تاج العلما کے کارنامے:

حضرت تاج العلما کا دور بہت پرآشوب تھا۔ ہندوستان میں نئے نئے فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ مثلاً غیر مقلد، دیوبندی، قادیانی، نیچری، صلح کلی وغیرہ جس کی وجہ سے پورے ہندوستان میں انتہائی خلفشار مچا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے قلم کے ذریعہ

جو کارنامہ انجام دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت تاج العلما اولاد رسول محمد میاں نے چالیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ وسائل کی تنگ دامانی، حکومت وقت کی نامہربانی اور بعض اپنوں کی نادانی کے باوجود بہت پامردی، استقامت اور اخلاص کے ساتھ دین و سنیت اور شان برکاتیت کو فروغ بخشا۔ اسی لیے خاندان کے افراد سب سے زیادہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ (صاحب عرس قاسمی، ص، ١٦)

سید محمد اشرف برکاتی اپنی کتاب یاد حسن میں تحریر فرماتے ہیں:

حضور احسن العلما بزرگوں کا خصوصا حضور تاج العلما علیہ الرحمہ کا ذکر کرتے وقت اکثر گلوگیر اور آبدیدہ ہوجاتے تھے۔ بزرگوں میں سب سے زیادہ تاج العلما ہی کو چاہتے تھے۔ مرض وصال میں امین ملت نے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے۔ جواب دیا کہ ببا۔ حضور تاج العلما کو افراد خانہ ببا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (یاد حسن، ص ١٤٣)

تصانیف:

خاندان برکات میں سب سے زیادہ کتابیں لکھنے والے تاج العلما ہی ہیں چالیس سے زیادہ کتب آپ کی یادگار ہیں۔ حضرت تاج العلما کے تصانیف میں اصح التواریخ اور خاندان برکات خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ شعر بھی کہتے تھے فقیر تخلص تھا جیساکہ ابھی اعلیٰ حضرت کی شان میں اوپر شعر گزر گیا۔ مسدس شوکت اسلام اور متعدد نظمیں آپ کی شعری یادگار ہیں۔

آپ کو بیعت و اجازت والد ماجد سید شاہ محمد اسماعیل حسن اور سید ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سے حاصل ہے جیساکہ اوپر گزر گیا۔

سید محمد اشرف آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

”بزرگ اہل خاندان بتاتے ہیں کہ حضرت سید شاہ اولا د رسول محمد میاں قدس سرہ کی شکل وصورت حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ سے بے حد مشابہ تھی۔ علم دین اور استقامت فی الدین کے لیے بھی حضرت محمد میاں قدس سرہ نے جو کام کئے وہ دنیائے سنیت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خاندان برکات میں شاید کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہوں۔“ (اہل سنت کی آواز۔ اکتوبر ٢٠٠٣ء ص: ٩٨)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی آپ کے علم وفضل کی شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں: ”حضرت تاج العلما قدس سرہ بہت زبردست عالم تھے اور ایک عظیم مفتی، محدث، مفسر اور کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظ قوی تھے جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے۔ انتہائی ذکی، ذہین فطین، نکتہ رس طباع تھے، جس پر ان کی تحریرات شاہد ہیں۔ (ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، سیدین نمبر ٢٠٠٢، ص: ٣١٥)

(٣) زاہد فاطمہ بڑی صاحبزادی کا عقد سید علی حسن بن سید ابو الحسن میر صاحب سے ہوا تھا۔ ان کا انتقال شوال المکرم ١٣٢٣ھ شب میں سیتاپور میں ہوا اور وہیں قبرستان عیدگاہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے قبر کے متصل و ملحق جانب شرق دفن ہوئیں۔ انھوں نے ایک لڑکا سید اولاد حسنین محمود میاں صفی چھوڑا تھا اس کا بھی انتقال ہوگیا۔

(٤) دوسری لڑکی اعجاز فاطمہ کا عقد ٢٩ ذی الحجہ ١٣١٢ھ مطابق ١٨٨٥ء کو سید مہدی حسن صاحب ابن سید شاہ ظہور حسین صاحب چھٹو میاں صاحب سے ہوا۔ آپ سے کئی اولادیں ہوئیں۔ مگر صغر سنی میں انتقال کرگئیں۔ اعجاز فاطمہ کا انتقال شب جمعہ ٢٥/ محرم ١٣٣٧ھ میں مارہرہ میں ہوا صحن پائین میں مدفون ہوئیں۔ (تاریخ خاندان برکات و برکات مارہرہ، ص،١١٨ مؤلف: طفیل احمد متولی بدایونی)

ہاں! بطوریادگار صرف ایک لڑکی فاطمہ نور الزہرا چھوڑی تھیں جس کا عقد اس کی والدہ کے انتقال بعد والد ماجد سید مہدی حسن صاحب نے سید مسعود حسن ابن سید حامد حسن سے کیا۔ جس سے ایک لڑکی نازنین بیگم انظار فاطمہ شب دوم جمادی الآخر ١٣٣٩ھ کوپیدا ہوئی اور شب ششم رجب میں انتقال کرگئی اور اس کی والدہ فاطمہ مرحومہ کا بھی شب چہار شنبہ ٢٨/ جمادی الآخر ١٣٣٩ھ کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ وہاں سے جنازہ مارہرہ لاکر اپنی والدہ کے مزار کے متصل درگاہ سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ میں دفن ہوئی۔ (تاریخ خاندان برکات: ص،٤٥)

(٥) تیسری صاحبزادی رضیہ بیگم کا عقد سید ارتضا حسین پیر میاں ابن سید شاہ نور احمد ابن سید شاہ نور الحسن سے ہوا تھا۔ ایک لڑکی ذکیہ بیگم اور ایک لڑکا سرور عالم پیدا ہوئے مگر دونوں خود سالی میں قضا کرگیے۔ سید ارتضا حسین کی پیدائش ١٢٩٨ھ کی ہے۔

(٦) چھوٹی لڑکی اکرام فاطمہ کا عقد سید آل عبا صاحب ابن سید حسین حیدر صاحب سے ہوا یہ ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔

منفرد نثر نگار سید آل عبا آوارہ مذہبی حلقے میں شیخ طریقت کی حیثیت سے معرف ہیں۔ آپ کو حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اجازت و خلافت آپ کے خسر مرشد برحق حضرت سید ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں نے عطا فرمائی تھی۔

گھر کا ماحول خالص مذہبی تھا۔ آپ کے والد سید شاہ حسین حیدر قادری صاحب طریقت اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ نانا حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ بھی جام طریقت سے سرشار تھے۔ شریک حیات سیدہ اکرام فاطمہ جو کہ حضرت سید ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں کی چھوٹی صاحب زادی ہیں۔ نہایت نیک خاتون تھیں۔

صاحب زادگان سید العلما حضرت سید آل مصطفی سید میاں برکاتی (ولادت: ١٣٣٢ / ١٩١٤ء وصال ٢ جمادی الآخر ١٣٩٤ / ١٩٧٤ء) اور احسن العلما

حضرت سید مصطفی حیدر حسن میاں قادری (ولادت : ۱۰ شعبان ۱۳۴۵/۱۳ فروری ۱۹۲۷ء وصال: شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۶/ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء) تھے۔ (اہلسنت کی آواز، ص، ۴۲۲)

۱۹۶۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد حضرت سید آل عبا قادری نے مارہرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہیں ۱۹۶۸ء میں وصال کیا اور برکاتی درگاہ معلی میں دفن ہوئے۔

آپ کے دونوں صاحب زادے سید العلما اور احسن العلما بڑے جلیل القدر بزرگ اور مشائخ برکات سے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست !

ان شاء اللہ موقع ملا تو اگلے شمارہ میں صاحب عرس قاسمی کی صاحبزادیوں اور ان کے خاوند و اولاد پاک کا مفصل تذکرہ کیا جائے گا۔

بوقت تحریر مندرجہ ذیل مذکورہ کتب و رسائل فقیر کے زیر نگاہ رہیں:

(۱) تاریخ خاندان برکات، مصنف: تاج العلما

(۲) صاحب عرس قاسمی، مصنف: ڈاکٹر ساحل شہسرامی

(۳) اہلسنت کی آواز ۲۰۱۰، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ

(٤) برکات مارہرہ، مؤلف: طفیل احمد متولی بدایونی

(۵) فتنوں کا ظہور، از: خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی

(۷) اہلسنت کی آواز اکتوبر، ۲۰۰۳

(۸) یاد حسن، مصنف: سید محمد اشرف قادری برکاتی

(۹) ماہنامہ استقامت کان پور مفتی اعظم ہند نمبر، مئی ۱۹۸۳

(۱۰) ماہنامہ اشرفیہ ۲۰۰۲ سیدین نمبر

(۱۱) مسائل امامت بنام رسالہ مباحث امامت، مصنف: سید غلام محی الدین فقیر عالم

(۱۲) عقائد نامہ منظوم، مصنف: سید غلام محی الدین فقیر عالم

(۱۳) مبحث الاذان و شافی جواب پر کافی ایرادات، مصنف: تاج العلما محمد میاں برکاتی۔

تقدیم و تخریج: محمد راحت خاں قادری منظر اسلام بریلی شریف۔

اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دعا ہے خداے پاک خاندان برکات کی برکات سے ہم تمامی کو فیضیاب فرمائے۔ اور عرس قاسمی کے اس صد سالہ بابرکات موقع کے طفیل ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



مدارس اور آن لائن اکیڈمیوں کی کثرت

ایک اصلاحی و فکری تنبیہ

محمد مشرف علی تیغی

عصرِ حاضر میں دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس و مکاتب کا قیام بلاشبہ ایک عظیم اور قابلِ تحسین خدمت ہے۔ تاہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ امر بھی مشاہدے میں آرہا ہے کہ اس مقدس شعبے میں بعض غیر سنجیدہ اور مفاد پرست رجحانات تیزی سے سرایت کر رہے ہیں، جو نہ صرف دینی اقدار کو نقصان پہنچا رہے ہیں بلکہ پوری قوم کے اعتماد کو بھی مجروح کر رہے ہیں۔

آج کل یہ روش عام ہوتی جا رہی ہے کہ بلا ضرورت اور بغیر کسی جامع منصوبہ بندی کے مدارس قائم کیے جا رہے ہیں۔ بعض افراد نے تو اس نیک کام کو ذریعۂ معاش بنا لیا ہے: مدرسے کے نام پر چندہ جمع کیا جاتا ہے، مگر عملی طور پر نہ وہاں مؤثر تعلیمی نظام موجود ہوتا ہے اور نہ ہی حقیقی طلبہ کی معقول تعداد۔ کئی جگہوں پر مدارس محض رسمی حیثیت رکھتے ہیں یا صرف چندہ کے حصول کا ذریعہ بن چکے ہیں۔

مزید برآں، جہاں طلبہ موجود بھی ہوں، وہاں بنیادی سہولیات کا فقدان ایک سنگین مسئلہ ہے۔ بیت الخلا اور طہارت کے انتظامات ناکافی، رہائش غیر معیاری، اور خوراک نہایت سادہ بلکہ بعض اوقات ناکافی ہوتی ہے۔ طلبہ کے نام پر خطیر رقوم جمع کی جاتی ہیں، مگر ان کے معیارِ زندگی اور تعلیم پر اس کا مثبت اثر نظر نہیں آتا۔

بعض جگہ طلبہ کے نام پر چندہ کیا جاتا ہے مگر صرف دال چاول کی کھانے میں دیتے ہیں اس سے واضح ہوا کہ وسائل کا درست استعمال نہیں ہو رہا۔

اسی طرح آن لائن **اکیڈمیوں** کا رجحان بھی بے تحاشا بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ یہ ایک مؤثر اور جدید ذریعۂ تعلیم بن سکتا ہے، لیکن جب اسے بغیر **اہلیت، بغیر نظام،**

اور بغیر تربیت کے شروع کیا جائے تو اس کے نتائج نہایت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ بہت سی اکیڈمیاں صرف نام کی حد تک محدود ہیں، جہاں نہ کوئی باقاعدہ نصاب ہوتا ہے اور نہ ہی تدریسی نظم و ضبط۔

مزید تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ چند مخصوص کتب، جیسے بہارِ شریعت، فتاویٰ رضویہ اور رسم المفتی پڑھا کر طلبہ کو (آن لائن) "مفتی" کی اسناد دے دی جاتی ہیں، حالاں کہ افتاء کا منصب انتہائی ذمہ دارانہ اور عمیق علمی بصیرت کا متقاضی ہے۔ جب غیر مستند اور کم علم افراد اس منصب پر فائز ہوں گے تو اس کے اثرات پوری قوم پر مرتب ہوں گے اور دینی رہ نمائی میں شدید بگاڑ پیدا ہوگا۔

لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اصلاح کی عملی کوششیں کی جائیں۔ ضروری ہے کہ:

- مدارس اور اکیڈمیوں کے قیام میں اخلاص، اہلیت اور ضرورت کو مدنظر رکھا جائے۔
- تعلیمی معیار، نصاب اور اساتذہ کی تربیت کو اولین ترجیح دی جائے۔
- چندہ کے استعمال میں مکمل شفافیت اور جوابدہی کو یقینی بنایا جائے۔
- طلبہ کی بنیادی ضروریات، عزتِ نفس اور بہتر مستقبل کا خیال رکھا جائے۔
- سب سے بڑھ کر، دینی مناصب کو صرف اہل اور باصلاحیت افراد تک محدود رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاصِ نیت، دیانت داری اور صحیح فہمِ دین عطا فرمائے، اور ہمیں ان کوتاہیوں سے بچنے اور اصلاح کی راہ اپنانے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



مثل المومن کَمَثَل الْجَسَد

محمد انس، متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دو حق رکھے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر، دوسرا بندوں کا حق بندوں پر۔ جس کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں۔

حقوق العباد کے باب میں اسلام نے ایسے حقائق بیان کیے کہ تمام مذاہب عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلام اپنے روز اول سے ہی حقوق العباد اور حقوق انسانی کی بات کرتا ہے۔

آپ اگر مطالعہ کریں اسلام کے نظام زندگی اور آئینہ حیات کا تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ اسلام درحقیقت انسانیت کا مذہب ہے اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو ظلم و جبر، قتل و غارت گری، بے وفائی و ناانصافی، بد اخلاقی و بد خوئی کا درس نہیں دیتا بلکہ عدل و انصاف، صداقت و امانت اور حسن اخلاق کا درس دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مقام پر اپنے غلاموں کو حسن اخلاق کی طرف توجہ دلائی، فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر اس باب میں اسلام نے اس قدر واضح گفتگو فرمائی کہ ہر ایک کا حق روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا اور قرآن نے اس حق کو انما المؤمنون اخوۃ سے تعبیر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اس کو رسوا کرے جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصائب میں سے کوئی مصیبت دور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس کے ساتھ خیانت نہ کرے اس سے جھوٹ نہ بولے اور اس کو بے یارو مددگار نہ چھوڑے، ہر مسلمان کی عزت دولت اور خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، تقویٰ دل میں ہے۔ ایک شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے

کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر و کمتر سمجھے۔ (سنن ترمذی)

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ.

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

انصر اخاک ظالما او مظلوما. (صحیح بخاری)

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم یعنی ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کی مدد کرنا دونوں لازم ہے۔

اوپر جن احادیث کا ذکر ہم نے کیا وہ اس بات پر شاہد ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جہاں بہت سارے حقوق ہیں ان میں ایک حق یہ بھی ہے کہ جب مسلمان پریشان حال ہو تو دوسرے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کی پریشانی دور کرے اور جب مسلمان مظلوم ہو تو اس کی امداد کرے۔

چناں چہ جب ہم اپنے ماضی کے اوراق پلٹتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ماضی میں جب کوئی مسلمان کسی ظلم کا شکار ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو ہزار میل دور سے آواز دی اور یہ لبیک کہتا ہوا اس کی امداد کو پہنچا۔ لیکن آج جب ہم اپنا حال دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کیا ہم وہی ہیں جن کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے ہیں

یہ ہمارا ماضی تھا اور حال یہ ہے کہ آج ہر گوشے ہر خطے میں مسلمانوں پر ظلم کیا جا رہا ہے، ان کی ماں بہنوں بیٹیوں کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہے اور دوسرے مسلم حکمراں تک ائرکنڈیشن کمروں میں خواب خرگوش کا مزہ لے رہے ہیں، اس خام خیالی میں کہ شاید اس ظلم کی لپٹ اس تک نہیں پہنچے گی مگر وہ یہ بات بھول جاتا ہے:

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں
یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

آج فلسطین میں مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، ان کے حالات لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، مگر ایک جھلک میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس امید پر کہ شاید آپ کے پتھر دل میں کوئی جنبش آئے۔

اقوام متحدہ کے آفس OCHA رپورٹ کے مطابق 27 اگست 2025 تک غزہ میں کم از کم 65,507 افراد جاں بحق اور 159,421 لوگ زخمی ہوئے اس عرصے میں ایک 51 بچے اور 12 بالغ شدید غذائی قلت سے ہلاک ہو گئے، جنگ کے دوران آبادی کی تقریباً 90% یعنی لگ بھگ 1.9 ملین لوگ کسی نہ کسی وقت بے گھر ہوئے۔

یو، این، آر، ڈبلیو، اے کے مطابق 432 اسکول عمارتیں براہ راست زد پر آئیں، لاکھوں بچے تعلیمی نظام سے محروم ہیں۔

ورلڈبینک/ یورپی یونین/ اقوامِ متحدہ کی فروری 2025 کی مشترکہ Interim Rapid Damage & Needs Assessment (IRDNA) کے مطابق:

مالی نقصانات (Damages): $29.9 بلین

معاشی نقصانات (Losses): $19.1 بلین

کل اثرات: $49 بلین

بحالی و تعمیرِ نو کی ضرورت: $53.2 بلین (کئی سال پر محیط)

یہ تخمینے رہائش، صحت، تعلیم، پانی و نکاسی، توانائی، ٹرانسپورٹ، زراعت وغیرہ تمام بڑے شعبوں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

یونیسکو نے 27 مئی 2025 تک 110 ثقافتی اثاثوں/ مقامات کو متاثر/ تباہ ہونے کی تصدیق کی (مزارات و عبادت گاہیں، تاریخی عمارتیں، آثارِ قدیمہ وغیرہ)۔
یہ ہم نے جو بیان کیا غیروں کا نوشتہ ہے، اصل صورت حال اس سے بھی بدتر ہے جسے پس پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

اور اس کے مقابلے میں ہمارا رد عمل کیا ہے کہ ہمارے دل پتھر سے زیادہ سخت اور مفاد سے بھرے ہوئے ہیں، نہ ہمیں مسجد اقصی کی حرمت کا پاس ہے نہ شہیدوں کے خون کی پروا اور نہ ہی امت کی اجتماعی غیرت کی کوئی جھلک ہمارے کردار میں نظر آتی ہے، ہمارے محلات سونے سے مزین لباس مہنگے ترین ہیں مگر دل مردہ ہو گیا ہے، ضمیر مر چکا ہے، کیا ہم وہ امت ہیں جس کے خلیفہ کی آواز پر دریا بھی راستہ چھوڑ دیتے تھے؟ کیا ہم وہ امت ہیں کہ وامعتصماہ! کی صدا دینے پر معتصم باللہ نے ظالم کے تخت کو تاراج کر دیا تھا، کیا ہم وہ امت ہیں جس کے سالاروں کی ہیبت سے روم اور ایران کانپتے تھے۔

لیکن ہائے افسوس کہ آج ہم تماشائی بنے بیٹھے ہیں کیونکہ ہمیں اقتدار عزیز ہے تخت و تاج پیارے ہیں، ہم اپنے رسول کی نصیحت فراموش کر چکے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى.

"رحمت و محبت اور لطف و مہربانی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، ایسا

کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (صحیح بخاری)
اپنے نبی کے اس فرمان سے آنکھیں بند کر چکے ہیں:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا.

"مومن اپنے مومن بھائی کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا بعض حصہ بعض حصے سے مل کر مضبوط ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم)

لیکن جب موت سے نفرت اور دنیا سے محبت ہو جائے تو یہی ہوتا ہے جس کے بارے میں رسول کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے 1400 سال پہلے ہی خبر دے دی تھی، غیب داں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

يُوشِكُ الأممُ أن تداعَى عليكم كما تداعَى الأكَلَةُ إلى قصعتِها. فقال قائلٌ: ومن قلَّةٍ نحن يومئذٍ؟ قال: بل أنتم يومئذٍ كثيرٌ، ولكنَّكم غُثاءٌ كغُثاءِ السَّيلِ، ولينزِعنَّ اللهُ من صدورِ عدوِّكم المهابةَ منكم، وليقذِفَنَّ اللهُ في قلوبِكم الوهْنَ. فقال قائلٌ: يا رسولَ اللهِ وما الوهْنُ؟ قال : حُبُّ الدُّنيا وكراهيةُ الموتِ.

"قریب ہے کہ دیگر قومیں تمہارے خلاف جمع ہو کر تم پر ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے کی پلیٹ کے ارد گرد تم جمع ہوتے ہو اور بڑی آسانی سے لقمہ ڈالتے جاتے ہو ایسے ہی تمہیں بڑی آسانی سے لقمہ بنایا جائے گا، کسی صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! کیا ایسے وقت میں ہماری تعداد کم ہوگی؟ ارشاد ہوا: اس دن تمہاری کثرت تو بہت ہوگی لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گے اور اللہ تعالی دشمنوں کے دلوں سے تمہارا خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں 'وہن' ڈال دے گا۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ وہن کیا چیز ہے؟ تو سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (سنن ابو داؤد)

جب تاریخ لکھی جائے گی اور فلسطین کے حالات بیان کیے جائیں گے تو اس میں یہ بھی بیان کیا جائے گا کہ اس وقت پوری امت کس قدر غفلت میں مبتلا تھی اور ہر فرد صرف اپنی مفاد اور اپنا اقتدار بچانے میں اور اپنے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے میں مبتلا تھا۔

روز قیامت فلسطین کا بچہ بچہ ہمارا گریبان پکڑے گا اور رب کی بارگاہ میں یہ عرض کرے گا کہ مولا ہم کٹتے رہے، ہمیں ظالم ظلم کا نشانہ بناتے رہے ہمارا بچپن ختم ہو گیا، ہماری جوانی تباہ ہو گئی، ہم کھلنے سے پہلے مرجھا گئے۔ اس لیے کم از کم ہمیں اتنا تو کرنا چاہیے کہ جب رب اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے اپنے مظلوم بندوں کے حوالے سے سوال کرے تو ہم رب کی بارگاہ میں یہ کہہ سکیں کہ مولا ہمارے بس میں جو تھا ہم نے کیا، ہم اپنے مظلوم بھائیوں کے لیے روڈ پر نکلنے کی طاقت رکھتے تھے تو ہم نے روڈ پر نکل کر دنیا کے سامنے ان کی مظلومیت کو بیان کیا، ہم نے ظالم کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال نہ کر کے ظالم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

آج مسلم ممالک کے حکمراں غافل ہیں اور صرف اپنا اقتدار بچانے کے لیے کوشاں ہیں باقی مسلمان کس حال میں ہیں انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا، فلسطین پر قیامت ٹوٹے انہیں کوئی مطلب نہیں، غزہ میں ظلم کی انتہا ہے لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، یہ غفلت زیادہ دیر باقی نہ رہے گی، اہل غزہ کا لہو رائیگاں نہ جائے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ مظلوم کی آہ عرش تک جاتی ہے اور پھر ظالم کو فنا کر کے دم لیتی ہے اور ظالم کے ساتھ ظلم کو دفع نہ کرنے والوں کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالی وہ وقت دور نہیں جب زمین عدل سے بھر جائے گی، جب قبلہ اول آزاد ہوگا اور جب اللہ کے شیر خواب غفلت سے جاگ کر ظالموں کے ایوان ہلا دیں گے۔ سچ کہا کہنے والے نے:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا



اہلِ قلم حضرات جو آئندہ شمارے کے لیے اپنے علمی، اصلاحی اور تحقیقی مضامین ارسال کرنا چاہتے ہوں، وہ ماہ کی 15 تاریخ تک درج ذیل نمبر پر اپنے مضامین ارسال فرما دیں۔

7860544956

تذکیرۂ شعبان ملت رضی اللہ عنہ

سید کاشف حسین قادری

اللہ تعالیٰ نے اس دنیائے فانی میں بے شمار صالحین اکرام کو خلق کی ہدایت کے لے مبعوث فرمایا اور وہ صالحین اکرام نے خالق حقیقی کے پیغام کو خوب عام کیا۔ انہیں صالحین میں ایک ذات حضور مخدوم شعبان ملت بیا بانی سہروردی کی بھی ہے جو ابدال زمانہ اور قطب وقت تھے انہیں کی مختصر حالات زندگی قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو مخدوم علیہ الرحمہ کہ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ولادت باسعادت: مخدوم صاحب کی ولادت باسعادت ماہ شعبان ٦٦٠ ہجری کی عین شب برات کو سکھر بھکر کے متصل ایک گاؤں یوہلدی میں ہوئی اس وجہ سے آپ کا لقب شعبان ملت بیا بانی پڑ گیا۔

شجرہ نسب: آپ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے میر سید علی مرتضیٰ بن میر سید بدرالدین بن میر سید صدر الدین بن میر سید محمد مکی ملقب بہ سید جعفر ثانی بن میر سید محامد بن میر سید احمد میر سید امجد بن میر سید انور بن میر سید افضل جطیب بغدادی بن میر سید اکرم میر سید شریف بن میر سید اشرف بن میر سید عقیل بن میر سید اسماعیل بن میر سید علی اصغر بن میر سید امام جعفر ثانی بن امام علی نقی سے ہوتا ہوا یہ شجرہ اما حسین بن مولی علی سے جا مل جاتا ہے۔ اس طرح اپ کی نسبت حسنی حسنی بہاکری نجیب الطرفین سادات سے ہوتی ہے (حوالہ رسالہ رومی)

ہندوستان میں آمد اور مرتبہ ابدالیت پر فائز ہونا: شاہ شعبان ملت والد گرامی سید بدر عالم کی ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے اس وقت حضرت شاہ شعبان ملت بہت کم سن تھے ایک روز والد محترم کے ہمراہ جنگل کی طرف سیر کو نکلے دیر تک جنگل میں گھومتے پھرتے اور مناظر قدرت کا مشاہدہ کرتے رہے سید شعبان تھک کر ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے چوں کہ بھوک وپیاس کا غلبہ تھا اس لیے کھجور کے درخت کو زور سے ہلایا یہ موسم پھل کا نہیں تھا لیکن خدا کی قدرت سے بہت سے کھجور زمین پر گر گئے اور شعبان ملت نے نوش فرمانا شروع کردیا اسی درمیان والد گرامی شاہ بدر عالم آگئے صاحب زادے کو کھجور کھاتے دیکھ کر فرمایا بیٹا تم نے اس درخت کو بے موسم پھل دینے پر مجبور کر کے ظلم کیا اس لیے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے یہ سن کر سید شعبان ملت رونے لگے اور والد سے عرض کیا مجھے بیعت فرما کر رخصت فرمائیے والد محترم نے فرمایا تمہارا حصہ میرے پاس نہیں ہے جاؤ دنیا میں سیر کرو اور اپنا مرشد ومربی خود تلاش کرو شاہ شعبان نے رو رو کر تین بار والد محترم سے بیعت کی درخواست کی مگر ہر بار یہی جواب ملا دنیا کی سیر کرو اور مرشد خود تلاش کرو، مایوس ہوکر عرض کی ابا حضور میں کم سن ہوں سیر و سیاحت کی طاقت نہیں یہ سن کر شفقت پدری نے جوش مارا اور فرمایا جاؤ میں نے تمہیں ابدال کا مرتبہ عطا کیا والد محترم سے یہ نعمت حاصل کرنے کے بعد حضرت خدمت اقدس میں سلام عرض کر کے حسب الارشاد سیر و سیاحت پر نکل پڑے اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے جہاں بھی کسی درویش و بزرگ کا پتا پاتے حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتے اور مسئلہ توحید پر گفتگو فرماتے والد محترم نے علوم ظاہر وباطن سے نوازنے کے بعد تلاش مرشد کا حکم دیا تھا سفر کرتے کرتے۔ مصر جا پہونچے حسن اتفاق سے ایک مرد کامل حضرت سید شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین سے وہاں ملاقات ہوئی بذریعہ کشف آپ کو پتہ چلا کہ حضرت سید منہاج الدین حاجی الحرمین اپنی وقت کے ولی کامل اور مرتبہ غوثیت پر فائز ہیں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حالات بیان کیے حالات سن کر سید منہاج الدین نے ان پر خصوصی کرم فرمایا اور ان کی تربیت فرمادی ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ (حوالہ تذکرہ اولیائے الہ آباد)

چلہ کشی اور مرشد کی بارگاہ سے فیض یاب ہونا: ایک دن شعبان ملت بیا بانی نے چلہ کشی کی خواہش ظاہر کی اس پر سید منہاج الدین نے فرمایا زنانہ چلہ کرنا چاہتے ہو یا مردانہ شاہ شعبان ملت نے عرض کی حضور کیا مطلب آپ نے فرمایا زنانہ چلہ یہ کہ 40 روز تک صرف لونگ کھا کر ایک گوشہ میں رہنا ہوگا مردانہ 40 مہینے تک زمین کے اندر دفن ہو کر بے آب و دانہ رہنا پڑے گا آپ نے فرمایا مردانہ چلہ کی اجازت دیجیے یہ سن کر حضرت سید منہاج الدین اٹھے اور حکم دیا فلاں جگہ پر ایک گہری خندق کھودی جائے اور اس میں شعبان ملت کو بٹھا دیا جائے اور اس کا منہ اچھی طرح بند کر دیا جائے وہ 40 ماہ تک بے آب و دانہ اس میں رہیں چناں چہ اس پر عمل کیا گیا جب 40 مہینے پورے ہو گئے تو آپ نے انہیں باہر نکالنے کا حکم دیا نہایت احتیاط کے ساتھ انہیں نکالا گیا آپ کے جسم مبارک کا گوشت و چمڑا خاک ہو چکا تھا رگیں ہڈیوں کی ڈھانچہ پر تنی ہوئی تھیں اور ہر رگ سے اسم ذات الٰہی کے ذکر کی آواز آرہی تھی شاہ شعبان ملت پر اس درجے محویت و استغراق کا غلبہ تھا کہ

ان کو اس آواز کی کوئی خبر نہ تھی سید منہاج الدین کی ہدایت پر مناسب غذا آپ کو فراہم کیا گیا چھ ماہ کے بعد آپ کے جسم میں اتنی قوت پیدا ہو گئی کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا کر سکے ایک سال گزرنے کے بعد حضرت سید منہاج الدین نے آپ کو مرید کیا اور خیر خواہ خلافت عطا کیا جس وقت آپ کو خلافت دی گئی یہ اکابر صوفیا اس مجلس میں موجود تھے سید نجم الدین سید علی ہمدانی، حضرت سید احمد گیسودراز، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، والد محترم حضرت سید احمد کبیر علیہم الرحمۃ والرضوان، حضرت سید منہاج الدین نے سید شعبان ملت کو خانقاہ عالیہ سہروردیہ کی خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب تم شیخ ہو گئے اس پر شاہ شعبان ملت نے عرض کیا حضور کیا شیخ کا درجہ سید سے افضل ہے حضرت نے جوابا فرمایا نسب کے اعتبار سے تو سید کا درجہ شیخ سے بہتر ہے لیکن راہ طریقت و معرفت میں شیخ کا درجہ ارفع و اعلیٰ ہے اس لیے کہ اصطلاح تصوف میں شیخ اس مرد کامل کو کہتے ہیں جو نفس کو زندہ و مردہ کرنے پر قادر ہو اس لیے فرمایا گیا شیخ یحییٰ ویمیت جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اپنی نفس کو مغلوب اور روح کو غالب کرتا ہے یہی اس کا زندہ کرنا اور مارنا ہے کہ جب کوئی سالک راہ معرفت و طریقت میں اس رتبہ پر فائض ہو جاتا ہے تو اس کو شیخ کہتے ہیں اس لیے کہ حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی نجیب الطرفین سید ہونے کی باوجود شیخ کے لقب سے موسوم ہیں اس منزل کے حصول کے لیے سالکان طریقت امیروں کی صحبت ترک کر کے غریبوں مفلسوں کی صحبت اختیار فرمائی پھٹے پرانے میلے کپڑے پہنے پیوند درپیوند گدڑی زیب تن کیے بھوکے پیا سے رہنے کی عادت ڈالی اذیت پر صبر و تحمل کی مشق کے لیے نفلی روزوں کو اپنا معمور بنایا جو عجز و انکساری و غرباء نوازی خدمت خلق اور حسن اخلاق کو اپنی زندگی کا شعار بنایا بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا۔

راجہ ہربونگ سے جنگ اور جھونسی فتح کرنا:

مخدوم صاحب جون پور سے ہوتے ہوئے جھونسی تشریف لائیں اس وقت جھونسی میں ایک راجہ رہتا تھا جو جھونسی میں اپنی تباہی سے بہت لوگوں کو پریشان کر رہا تھا ایک بادشاہ صاحب نے مخدوم صاحب سے عرض کیا حضور راجہ ہربونگ مجھ پر غالب آچکا ہے کئی بار جنگ کر چکا ہے مگر فتح نہ ملی مجھے امید ہے کہ اب آپ کے قدموں کی برکت سے مجھے فتح ملے گی آپ نے فرمایا میرے پیر کا حکم ہے کہ میں ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کرو اور ہربونگ پور میں قیام کروں چناں چہ راجہ ہربونگ پور آکر دریا کے کنارے قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے خلفا و مریدین تھے جن کی تعداد 40 ہزار تھی راجہ ہربونگ پور کو جب آپ کی اطلاع ملی تو اس نے کہلا بھیجا کہ یہاں آپ لوگوں کے ٹھرنے کے لیے جگہ نہیں آپ نے فرمایا میرے پیر کا حکم یہیں ٹھہرنے کا ہے میں یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گا یہ سن کر راجہ غضب ناک ہو گیا بہت زبردست فوج لے کر آگیا اور طبل جنگ بجنے لگا اور فوج آکر حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کے سامنے کھڑے ہو گئے راجہ کی فوج نے حملہ کر دیا آپ نے عالم جلال میں فرمایا اقتل یا مریخ اتنا کہتے ہی اس کی فوجیوں کے سر کٹ کے گرنے لگے پوری فوج تباہ ہو گئی پھر نظر غضب سے راجہ کے قلعہ کو فرمایا تو جڑ سے اکھڑ جا تا قیامت زمین پر پڑا رہے تین چکر کھا کر زمین پر الٹ کر ایک ٹیلی کی شکل میں تبدیل ہو گیا جو کفار مشرکین فوج میں شامل نہ تھیں یہ کرامت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اس طرح آپ نے اس آبادی کو فتح کر کے اپنے اس کا نام ہادی آباد رکھا۔

نکاح فرمانا: تمام خلفا نے بالاتفاق ایک دن عرض کیا کہ حضور نکاح فرمائیں تا کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گوشہ تعمیل سے رہ نہ جائے آپ نے اپنی رضا کا اظہار فرمایا اور شہر جون پور میں جناب اڈھن صاحب کے گھر میں مخدوم صاحب کی شادی ہوئی اس کے بعد فضل الٰہی سے مخدوم صاحب کے دو فرزند پیدا ہوئے سب سے پہلے بیٹے سید شاہ عامر سہروردی تھے جو بہت شجاعت اور تلوار بازی میں مہارت رکھتے تھے جنگ کے دوران آپ شہید ہو کر وصال فرما گئے دوسرے صاحب زادے سید شاہ تقی الدین جو پیر کی دعا و بخشش کا نتیجہ تھے ساری نعمت و خلافت دوسرے صاحب زادے شاہ تقی الدین کو عطا فرمائی آپ مادر زاد ولی تھے بچپن سے ہی کرامت کا ظہور ہونے لگا تھا ایک دن چراغ ہند حضرت مخدوم سید شاہ شعبان ملت کی بارگاہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مخدوم شاہ شعبان ملت کی دست بوسی کی اسی دوران شاہ تقی الدین بھی حاضر ہو گئے جو حاجی چراغ ہند کی نظر آپ پر پڑی تو ادبا کھڑے ہو گئے کہ یا حضرت میں نے اس بیٹے کو کئی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں دیکھا ہے اور اس طرح دیکھا کہ حضرت مخدوم شاہ تقی الدین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مقدس پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی قدم بوسی کی شاہ شعبان ملت نے فرمایا بے شک آپ صحیح کہتے ہیں میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ہر صبح کو نماز فجر کعبہ شریف میں ادا کرتے ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں یہ لڑکا مجھ سے بہتر ہوگا اور آج بھی یہ کرامت ہے کہ سرکار مخدوم شعبان ملت رضی اللہ تعالی عنہ سے زیادہ سرکار شاہ تقی الدین کو لوگ جانتے ہیں اور اس کا نام مجھ سے زیادہ بلند ہوگا پہلے شاہ تقی الدین کو لوگ جانیں گے اس کے بعد مجھ سے واقف ہوں گے اور میری ساری نعمتیں و عظمتیں اور تقی الدین کے لیے ہیں شاہ تقی الدین سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک عثمان الاکبر اور دوسرے کا نام ابو جعفر تھا۔

سید شاہ شعبان ملت کی وصیت اپنی اولاد کے لیے:

آپ نے فرمایا جو بھی فرزند شاہ تقی الدین کی نسل سے پیدا ہوگا سب سے پہلے فاتحہ حضرت علی عامر جو مخدوم صاحب کے بڑے صاحب زادے تھے ان کے نام پر حلوے پر کرائے اس کے بعد نو مولود بچے کو دودھ پلایا جائے حضرت مخدوم شاہ شعبان کو دو بیٹیاں بھی پیدا ہوئی اول صالحہ دوم حنیفہ بڑی بیٹی صالحہ کی شادی میر سید حقانی سے ہوئی جن سے سادات سید سراوان کے لوگ ہیں جن کی قبر اطہر سید سراوان میں ہے اور دوسرے بیٹے حنیفہ کی شادی سادات منوری کے یہاں حضرت سید منور سے ہوئے جن کی قبر منوری میں ہے۔

شاہ شعبان ملت کی اخری آرام گاہ: جھونسی شریف میں شاہ تقی الدین کے مزار کے پورب ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور مرجع عوام و خاص ہے اور آپ کا فیض جاری ہے آپ کا وصال 100 سال کی عمر میں ۳ یا ۱۳ ذوالحجہ 760 ہجری میں بروز پنجشنبہ ہوا۔ (حوالہ مشائخ الہ آباد)

اللہ رب العزت نے آپ کی اولاد میں بےپناہ برکت عطا فرمائی ہے آج بھی جھونسی شریف و مخدوم پور اور بھانے م ءواس کے علاوہ اور بھی دیگر اطراف میں آپ کی اولاد آپ کے مشن کو عام کرنے کی کوشش میں لگی ہے۔

مولا کریم کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ہم سب کو مخدوم سید شاہ شعبان ملت بیا بانی رضی اللہ تعالی عنہ کی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے مشن کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



قبول و رد کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

متین رضا نوری مصباحی

قبول و رد کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث مقبول دوسری حدیثِ مردود۔

حدیث مردود کی تعریف:

"خبر الواحد قد يترجح كذبه ويغلب على زن العالم المتبحر باحوال الحديث ذلك لثبوت كذب ناقله وهو المردود فيطرح"

(ظفر الأماني شرح مختصر السيد الشريف الجرجاني فی مصطلح الحديث صفحه 81)

"کبھی خبرِ واحد کا جھوٹا ہونا راجح ہو جاتا ہے، اور احوالِ حدیث میں گہری مہارت رکھنے والے عالم کے گمانِ غالب میں اس کا کذب غالب آجاتا ہے، اس وجہ سے کہ اس کے ناقل کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہوتا ہے۔یہی روایت 'مردود' ہے، لہٰذا اسے چھوڑ دیا جائیگا۔

حدیث مقبول کی تعریف:

"وقد يترجح صدق المخبر بان يثبت صدقه وهو المقبول فيؤخذ به."

"اور کبھی مخبر (راوی) کی سچائی راجح ہو جاتی ہے، اس طور پر کہ اس کا صدق ثابت ہو جائے، تو یہی روایت 'مقبول' ہوتی ہے، لہٰذا اسے قبول کیا جاتا ہے۔"

(ظفر الأماني شرح مختصر السيد الشريف الجرجاني فی مصطلح الحديث صفحه نمبر 81)

پھر حدیثِ مقبول کی 4 قسمیں ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ، (۲) صحیح لغیرہ، (۳) حسن لذاتہ، (۴) حسن لغیرہ۔

ان چاروں کے درمیان وجہ کو بیان کرتے ہوئے علاّمہ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

"لأنه إما أن يستمل من صفات القبول على أعلاها أو لا. الأول الصحيح لذاته، والثاني إن وجد ما يجبر ذلك القصور ككثرت الطرق فهو الصحيح أيضا، لكن لا لذاته، وحيث لا جبران فهو الحسن لذاته، وإن قامت قرينة ترجح جانب قول ما يتوقف فيه فهو الحسن أيضا لكن لا لذاته"

"کیونکہ حدیث یا تو صفاتِ قبول کے اعلیٰ درجے پر مشتمل ہوگی یا نہیں، پہلی قسم صحیح لذاتہ ہے، اور دوسری قسم اگر ایسی چیز پائی جائے جو اس کمی کو پورا کردے، جیسے طرقِ روایت کی کثرت تو وہ بھی صحیح ہوگی لیکن لذاتہ نہیں، اور جہاں اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حسن لذاتہ ہوگی، اور اگر کوئی ایسا قرینہ قائم ہوجائے جو اس حدیث کے بارے میں توقف والے قول کے ایک جانب کو ترجیح دے تو وہ بھی حسن ہوگی لیکن لذاتہ نہیں بلکہ لغیرہ ہوگی۔"

اب ہر ایک کی تعریف ملاحظہ فرمائیں:

صحیح لذاتہ کسے کہتے ہیں؟ نزہۃ النظر شرحِ نخبۃ الفکر میں علامہ ابن حجر صحیح کی تعریف ذکر کرتے ہیں:

" خبر الاحاد بنقل عادل تام الضبط متصل السند غير معلل ولا شاذ هو الصحيح لذاته"

ترجمہ: **صحیح لذاتہ** وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، راوی تام الضبط اور عادل ہو، نیز وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو۔

(نزہۃ النظر صفحہ 86 مجلس برکات)

صحیح لذاتہ کی تعریف میں علاّمہ ابنِ حجر و دیگر محدثین نے 5 قیود بیان فرمائی ہیں۔

(پہلی قید) سند حدیث کا متصل ہونا: علاّمہ ابنِ حجر فرماتے ہیں "والمتصل ما سلم إسناده من سقوط فيه بحيث يكون كل من رجاله سمع ذلك المروي من شيخه"

یعنی اتصال سند کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک راوی نے حدیث اپنے شیخ سے روایت

کی ہو درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہو اگر درمیان سے کوئی راوی ساقط ہو تو وہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں ہوگی (مفہوم) نزہۃ النظر

(دوسری قید) راوی تام الضبط ہو:

ضبط کی دو قسمیں ہیں؛

(1) ضبط صدر یعنی اس کا قوت حافظ قوی ہو کہ سنی ہوئی بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھتا ہو اور اس کے بیان پر ہر وقت قادر ہو۔

(2) ضبط کتابت یعنی راوی حدیث لکھ کر اس کی تصحیح کرلیتا ہو اور بیان کرنے تک اس کی حفاظت کرتا ہو۔

(تیسری قید) راوی عادل ہو:

علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں؛

"والمراد بالعدل من له ملكة تحمله على ملازمة التقوى والمروءة. "

یعنی عادل سے مراد وہ شخص ہے جس کے اندر ایسی پختہ صفت (ملکہ) ہو جو اسے تقویٰ اور مروّت کو لازم پکڑنے پر آمادہ رکھے۔ (نزہۃ النظر صفحہ 87)

(چوتھی قید) حدیث معلل نہ ہو: یعنی اس حدیث کے اندر کوئی ظاہری یا مخفی خرابی نہ ہو جو صحت حدیث کو نقصان پہنچائے۔

(پانچویں قید) حدیث وہ حدیث شاذ نہ ہو:

یعنی وہ حدیث ایسی نہ ہو جس میں کوئی ثقہ راوی اوثق (اپنے سے زیادہ ثقہ) کی مخالفت کرے۔

ان پانچوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں ہوگی اگر چہ مقبول ہو۔ (ماخوذ از نزہۃ النظر شرحِ نخبۃ الفکر لابن حجر)

(حدیثِ مقبول کی دوسری قسم) **حسن لذاتہ:**

علامہ ابنِ حجر حسن لذاتہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

"كان راوي الحديث متأخراً تأخراً يسيراً غير فاحش عند درجة الحافظ الضابط ولم يبلغ إلى مرتبة الراوي الضعيف الفاحش الخطأ"

"حدیث کا راوی حفظ و ضبط میں معمولی کمی رکھتا ہو، ایسی کمی جو شدید اور فاحش نہ ہو، اور وہ حافظ و ضابط راوی کے درجے سے کچھ کم ہو لیکن بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے ضعیف راوی کی حد تک نہ پہنچا ہو۔"

(نزہۃ النظر صفحہ 96)

حسن لذاتہ یہ صحیح لذاتہ ہی ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ صحیح لذاتہ کا راوی تام الضبط ہوتا ہے اور حسن لذاتہ کا راوی خفیف الضبط ہوتا ہے یعنی حسن لذاتہ کے رواۃ کے ضبط میں کمی واقع ہوتی ہے اور وہ کمی دوسرے طرق سے پوری بھی نہیں ہوتی ہے۔

(حدیثِ مقبول کی تیسری قسم) **صحیح لغیرہ:**

صحیح لغیرہ وہ 'حدیث حسن لذاتہ' ہے جو متعدد طرق سے مروی ہو۔ یعنی کوئی حدیث حسن لذاتہ ہو اور وہ متعدد طرق سے روایت کی جائے، تو حسن کے راوی میں جو صحیح کے راوی کے مقابلے میں ضبط کی کمی تھی وہ کثرت طرق کی مجموعی قوت سے زائل ہو جائے گی اور پھر وہ حدیث درجہ حسن سے ترقی کر کے درجہ صحت کو پہنچ جائے گی اور صحیح لغیرہ کہلائے گی۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

" إذا روي الحديث الحسن لذاته من غير وجه حيث كانت رواته منحطةً عن رتبة رواة الأول أو من وجه واحد مساوٍ له أو راجح يرتفع عن درجة الحسن إلى درجة الصحيح، وصار ثاني قسمي الصحيح المسمى بالصحيح لغيره"

"جب حسن لذاتہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی جائے، اس طور پر کہ ان دوسری سندوں کے راوی اگرچہ صحیح لذاتہ کے راویوں کے مرتبے سے کم ہوں، یا وہ حدیث کسی ایسی ایک سند سے مروی ہو جو پہلی کے برابر یا اس سے زیادہ قوی ہو، تو یہ حدیث حسن کے درجے سے ترقی پا کر صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے، اور صحیح کی دوسری قسم شمار ہوتی ہے جسے 'صحیح لغیرہ' کہا جاتا ہے۔"

اب تینوں میں فرق یہ ہے کہ حدیث صحیح لذاتہ کے رواۃ تام الضبط ہوتے ہیں حسن لذاتہ کے رواۃ کے ضبط میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور وہ کمی دوسرے طرق سے پوری بھی نہیں ہوتی، اور حدیثِ صحیح لغیرہ کے رواۃ میں جو ضبط کی کمی ہوتی ہے وہ دوسرے طرق سے دور ہوجاتی ہے۔

(حدیثِ مقبول کی چوتھی قسم) **حسن لغیرہ:** حسن لغیرہ وہ حدیث ضعیف ہے جس کا ضعف کسی خارجی چیز کی تقویت کی وجہ سے دور ہو گیا ہو۔ جیسے مستور الحال شخص کی حدیث ضعیف ہے، مگر جب وہ متعدد طرق سے مروی ہو، تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔



فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ

محمد توصیف رضا مصباحی اورنگ آباد، بہار

افکار رضا دراصل عشق رسول ﷺ کا وہ روشن ستارہ ہے جس نے برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں مسلکِ حق کی آبیاری کی۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز علیہ الرحمہ نے جب باطل نظریات کے طوفان میں ناموس رسالت کا پرچم بلند کیا تو اس مشن کو چہار سو پھیلانے میں جن نفوسِ قدسیہ نے اول درجے کا کردار ادا کیا ان میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فارغ التحصیل فرزندان اشرفیہ سرفہرست ہیں یہ محض ایک اتفاق نہیں بلکہ ایک فکری حقیقت ہے جہاں مارہرہ کی روحانیت بریلی کی علمی بصیرت اور مبارک پور کی عزم و ہمت یکجا ہو کر رضویت کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیتی رہی ہے۔

جامعہ اشرفیہ اور فکر رضا کا علمی رشتہ:

جامعہ اشرفیہ مبارکپور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا وہ عظیم علمی مرکز ہے جس کے نصاب مزاج اور تربیت میں امام احمد رضا کی سچی فکر رچی بسی ہے۔ رضویات کے فروغ میں ان علماء کی خدمات بہت زیادہ ہے، فرزندانِ اشرفیہ نے امام احمد رضا کی کتب خاص طور پر فتاویٰ رضویہ شریف کی تفہیم تخریج اور ترجمے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے امام احمد رضا کو ایک عظیم فقیہ، محدث اور سائنسدان کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

دفاعِ مسلک جب بھی فکرِ رضا پر اعتراضات کیے گئے، فرزندان اشرفیہ نے اپنے قلمی جوہر سے ان کا مدلل جواب دیا۔ مناظرہ ہو یا تحریری میدان ان علماء نے ہمیشہ حق کا پرچم بلند کیا۔

حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی جنھوں نے ایک ایسی عمارت تیار کی جس کا ملبہ عشق رسول اور فکر رضا تھا آپ نے اپنی پوری زندگی اعلیٰ حضرت کے مشن کو مضبوط کرنے کے لیے وقف کر دی۔

نمایاں شخصیات اور ان کا کردار:

اگرچہ یہ فہرست بہت طویل ہے، لیکن چند اہم ناموں کا تذکرہ بھی ضروری ہے:

بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ:

آپ نے فتاویٰ رضویہ کی ترتیب و تدوین اور اس پر حواشی لکھ کر رضویات کے ایک نئے باب کا آغاز کیا، آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں طویل عرصے تک حدیث و فقہ کی تدریس فرمائی جس کے ذریعے ہزاروں طلبہ کو اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات سے روشناس کرایا آپ کی تصنیفات علمی تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ نے اردو اور عربی میں کئی علمی کتابیں لکھیں جو فکر رضا کی ترجمانی کرتی ہیں مفتی عبدالمنان صاحب نے فقہ حنفی اور فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں ہزاروں فتاویٰ تحریر کیے، جو فتاویٰ بحر العلوم 6 جلدیں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں حافظ ملت کے مشن کی تکمیل میں آپ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اور دیگر علما کے ساتھ مل کر حضور حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی کے قائم کردہ مشن جامعہ اشرفیہ کے تحت اعلی حضرت کے علوم کو عام کرنے میں پیش پیش رہے آپ نے اپنی تدریس، فتاویٰ اور علمی کاموں کے ذریعے اعلی حضرت کے افکار و نظریات کو علمی حلقوں میں متعارف کرانے اور اسے مستحکم کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔

علامہ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ:

فتاوی رضویہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی عظیم اور گراں قدر سرمایہ ہے۔ اشرفیہ کے لیے وہ مبارک گھڑی اس وقت آئی کہ جب برسوں پہلے شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے دار العلوم اشرفیہ کے نائب شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی اور دیگر اساتذۂ کرام نے حضرت کی بارگاہ میں حاضری دی اور انتہائی مؤدبانہ انداز سے عرض کیا کہ حضرت فتاویٰ رضویہ کی ترتیب و اشاعت کا کیا ہوا؟ اس کی کسی قدر وضاحت حضرت علامہ بلیاوی علیہ الرحمہ نے خود تحریر فرمائی ہے۔

جب ایک دفعہ شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں تشریف لائے ان سے عرض کی گئی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے اس کرامت آثار جملے نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استواری پیدا کی اور دار العلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع ہوا اور سنی دارالاشاعت کی بنیاد رکھی گئی (مقدمہ فتاوی رضویہ شریف جلد سوم، عرض مطبوعہ دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی پاکستان)

جو اہل علم ترتیب و تدوین کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کسی قلمی

نسخے کو پڑھنا، نقل کرنا اور ترتیب کے جاں گسل مراحل سے گزارنا کتنا مشکل ہے۔ اوریہاں معاملہ عام کتاب کا نہیں بلکہ مجدد دین وملت کی انتہائی اہم اور وقیع کتاب فتاویٰ رضویہ کا تھا امتدادِ زمانہ اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے کئی مقامات پر عبارتیں مضمحل ہو گئی تھیں، بعض مقامات پر کیڑوں نے چاٹ لیا تھاآگے پیچھے سے پڑھ کر نئی عبارت وہاں رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، بعض عبارتوں کی ترتیب اور تصحیح میں رات رات بھر لگ جاتی تھی، اسی شش وپنج میں ہوتے کہ فجر کی اذان کانوں میں گونجنے لگتی تو سب کچھ اسی طرح چھوڑ کر نماز فجر باجماعت ادا فرماتے (ماہنامہ اشرفیہ بنام جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج)

آپ خود تحریر فرماتے ہیں: "فتاویٰ رضویہ کے بعض اوراق کو کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا ان میں جہاں جہاں کتاب کی عبارت اور تصحیح ممکن تھی کر دی گئی جہاں ماسبق اور مالحق عبارت بن سکتی تھی بنادی گئی اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑدی گئی۔"

(مقدمہ فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم مطبوعہ دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی پاکستان)

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ بالجبر کسی عبارت میں کتر بیونت نہیں کی گئی ہے۔ اب بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور نے بعض مقامات پر بے جاحذف و اضافہ کیا حضرت علامہ حافظ عبدالروف علیہ الرحمہ خود تحریر فرماتے ہیں: "جو عبارت بن سکتی تھی، بنا دی گئی اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑ دی گئی ہے۔"

آخر میں فرماتے ہیں: "اس طرح بہت سارے مشکل مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے اگر قوم نے ہماری ہمت افزائی اسی طرح جاری رکھی تو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ سنی تصنیف و تالیف کے ایک عظیم ادارے کی داغ بیل ان شاءاللہ پڑ چکی ہے

السعی منی والاتمام من اللہ

عبد الرؤف غفرلہ"

(مقدمہ فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم مطبوعہ دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی پاکستان)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ:

آپ کی علمی جلالت اور فتاویٰ نویسی نے فکرِ رضا کی فنی عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ مزید شارح بخاری علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حدائق بخشش حصہ سوم جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں لکھی گئی ہے اس پر دیابنہ کی جانب سے ہونے والے اعتراض کا دنداں شکن جواب دے کر دیابنہ کو لاجواب کیا۔

قائد ملت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ:

آپ نے رضویات کو عصری اسلوب میں پیش کیا اور عالمی سطح پر سنی تحریکوں کو منظم کیا، آپ نے بہت سے مناظرے کیے اور سب میں بحمدہ تعالیٰ فاتح ہوے۔ آپ نے صرف ہند و پاک میں نہیں بلکہ یورپ، امریکہ اور افریقہ جیسے ممالک میں مساجد و مدارس قائم کیے جہاں درس نظامی کے ساتھ ساتھ فکر رضا کی تعلیم دی جاتی ہے۔

خیر الازکیا علامہ محمد احمد مصباحی:

استاذ گرامی وقار صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (اطال اللہ عمرہ) ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے رضویات کے حوالے سے تاریخی اور یادگار کارنامے انجام دیے ہیں۔ آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے متعدد وقیع اور علمی رسائل کی ترتیب واشاعت کا کارنامہ انجام دیا آپ نے فتاوی رضویہ کے جدید ایڈیشن کی چند جلدوں کی ترتیب اور عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ فرمایا، آپ کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جد الممتار علی رد المحتار کی تحقیق و اشاعت فرمائی بلا شبہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے افکار و معمولات کے فروغ میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ آپ جس رخ پر نظر ڈالیں مصباحیوں کے کارنامے جگمگاتے نظر آئیں گے۔

(جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج)

رئیس التحریر علامہ یسین اختر مصباحی:

رئیس التحریر مولانا یٰس اختر مصباحی علیہ الرحمہ کی قلمی خدمات تو رضویات پر شہرہ آفاق ہیں آپ کی کتاب امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں بہت مشہور ہوئی اس نے برصغیر کے علما اور دانشوروں کو متاثر کیا اور مختلف فرقوں کے علما اور قلم کاروں کو کم از کم دریدہ دہنی سے باز رکھا۔ آپ کی دوسری اہم کتاب امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ہے عہد ماضی میں ہم اہل سنت وجماعت پر سب سے بڑا الزام یہ قائم کیا گیا کہ یہ بریلوی فرقہ بدعتی ہے۔ آپ نے حالات کے دباؤ پر نظر رکھتے ہوئے امام احمد رضا کی تصانیف سے بدعات ومنکرات کی تردیدات کو بڑے سلیقے سے جمع کیا ہے۔ اس میں بدعات و منکرات کی فہرست بہت طویل ہے اس کے لیے یسین اختر مصباحی کی کتاب امام احمد رضا رد بدعات ومنکرات کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری نے بھی متعدد کتابیں مرتب فرمائی ہیں۔ کنز الایمان میں کتابت میں آئی خامیوں کی اصلاح فرمائی اور ارشاداتِ

اعلیٰ حضرت وغیرہ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔
فرزندان اشرفیہ نے خود کو اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ شوشل میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو نوجوان نسل تک پہنچایا۔
المختصر یہ کہ فروغ رضویات کی تاریخ فرزندان اشرفیہ کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہے۔ انہوں نے اپنی علمی وجاہت تقویٰ اور بے لوث محنت سے یہ ثابت کر دیا کہ اشرفیہ اور رضویت ایک ہی شمع کے دو نام ہیں۔ آج اگر دنیا کے کونے کونے میں یا رسول اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں اور امام احمد رضا کا نام احترام سے لیا جا رہا ہے، تو اس میں جامعہ اشرفیہ کے سپاہیوں کا خون جگر شامل ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

★★★★★

فروعی مسائل میں تشدد سے گریز کریں

اکابرین کے منہج کی روشنی میں ایک سنجیدہ گزارش

محمد مشرف علی تیغی

آج کے ماحول میں یہ امر نہایت باعثِ تشویش ہے کہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلافِ رائے کو بعض افراد نے باہمی تنقید، **لعن طعن اور کردار کشی** کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ حالاں کہ علمی دنیا کی مسلمہ حقیقت یہ ہے کہ فروعی اختلاف امت کے لیے تنگی نہیں بلکہ وسعت اور آسانی کا سبب رہا ہے۔
اگر فروعی مسائل میں اختلاف ناجائز یا موجبِ گمراہی ہوتا تو فقہِ اسلامی میں چار عظیم مذاہب *حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی* وجود میں نہ آتے۔ خود *امام اعظم* کے *تلامذۂ کرام*، *امام محمد الشیبانی* اور *امام ابو یوسف*، نے اپنے استاذ سے متعدد مسائل میں اختلاف کیا؛ مگر یہ اختلاف علمی تھا، نہ کہ شخصی عداوت کا اظہار۔
اگر ہر فرعی مسئلہ ناقابلِ تغیر اور اختلاف ناقابلِ برداشت ہوتا تو خود اکابرینِ امت اس پر گرفت سے محفوظ نہ رہتے۔
امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہ کے نزدیک مزامیر کے ساتھ قوالی مطلقاً حرام ہے، جب کہ **سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ** اس کے جواز کے قائل تھے اور سماعت بھی فرماتے تھے۔ اس اختلاف کے باوجود امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے نہ انھیں فاسق کہا اور نہ ان کی علمی و روحانی عظمت میں کمی کی۔ بلکہ ان کے مرشد گرامی سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو خلافت سے نوازا اور اپنے آخری خلفا میں شمار فرمایا۔ اگر فروعی اختلاف فسق و فجور کا معیار ہوتا تو یہ طرزِ عمل کیسے ممکن تھا؟

اسی طرح مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ نے "زوجۂ مفقود الخبر" کے مسئلہ میں اپنے فقہی مسلک (مسلک امام اعظم ابو حنیفہ) سے ہٹ کر **مسلکِ امام مالک** پر عمل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کیا اس بنا پر کسی نے ان پر فتویٰ لگانے کی جسارت کی؟ ہرگز نہیں کیوں کہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ اجتہادی وسعت ہے، نہ کہ انحراف۔
مفتی احمد یار خان نعیمی نے دینی مصالح کے تحت فوٹو گرافی کے جواز کا فتویٰ دیا، سید احمد سعید کاظمی موبائل تصویر کے مطلقاً جواز کے قائل تھے، عبد العلیم صدیقی میرٹھی لاؤڈ اسپیکر کے جواز کے حامی تھے۔
کیا ان حضرات کو ان فتاویٰ کی بنیاد پر مطعون کیا گیا؟ نہیں، کیوں کہ اکابرین کے اختلاف کو علمی تناظر میں سمجھا جاتا تھا، نہ کہ جذباتی انداز میں۔
افسوس کا مقام یہ ہے کہ جب انھیں فروعی مسائل میں کسی خاص دینی تنظیم خصوصاً دعوت اسلامی کا نام آتا ہے تو بعض افراد کا طرزِ بیان بدل جاتا ہے۔
جب دعوتِ اسلامی نے مفتی احمد یار خان نعیمی اور دیگر اکابرین کے فتاویٰ کی روشنی میں دینی و اصلاحی کاموں کو وسعت دی اور "مدنی چینل" جیسے پلیٹ فارم کے ذریعے اشاعتِ دین کا بیڑا اٹھایا، تو بجائے حوصلہ افزائی کے اعتراضات اور مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔
یہ رویہ علمی دیانت کے خلاف ہے اگر ایک ہی مسئلہ پر اکابرین کی رائے قابلِ احترام ہے تو اسی رائے پر عمل کرنے والی تنظیم کو نشانہ بنانا انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں؟
اعتدال ہی اکابرین کا راستہ ہے، علمی روایت کا حصہ ہے، فقہی اجتہاد کی علامت

ہے اور امت کے لیے سہولت کا ذریعہ ہے اسے تعصب، حسد یا گروہی رقابت کا میدان بنانا نہ اکابرین کا طریقہ ہے اور نہ ہی امت کے مفاد میں ہے۔

لہٰذا تمام اہلِ علم، خطبا، ذمہ داران اور وابستگان سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اختلاف کو دلیل تک محدود رکھیں، شخصیات کی تحقیر سے اجتناب کریں اور تنظیمی وابستگی کو دشمنی کا معیار نہ بنائیں۔ ابھی بھی وقت ہے کہ شدت پسندی اور طعن و تشنیع کے اسلوب کو ترک کر کے اعتدال، حلم اور باہمی احترام کا راستہ اختیار کیا جائے۔ یہی اکابرین کا منہج ہے، یہی امت کی ضرورت ہے، اور اسی میں خیر و برکت مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وسعتِ قلبی، حسنِ ظن اور اتحادِ امت کی حقیقی فکر عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



تعارفِ دعوتِ اقرا — قسط: اوّل

دعوتِ اقرا آرگنائزیشن

ایک خواب، ایک کارواں

فقیر قادری محمد فیض علی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ، أَمَّا بَعْدُ

انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بڑی تبدیلیاں ہمیشہ منظم فکر، واضح مقصد اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے وجود میں آتی ہیں۔ جب قومیں اپنے مسائل کو سمجھتی ہیں، اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتی ہیں اور اصلاح و تعمیر کا راستہ اختیار کرتی ہیں، تبھی ترقی اور استحکام کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔

موجودہ دور میں امتِ مسلمہ تعلیمی، سماجی اور فکری سطح پر مختلف چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ نئی نسل ایک طرف عصری تقاضوں سے دوچار ہے اور دوسری طرف دینی، فکری اور اخلاقی رہنمائی کی ضرورت پہلے سے زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں منظم، سنجیدہ اور بامقصد کوششوں کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ایک غیر سیاسی، غیر منافع بخش اور اصلاحی تنظیم ہے، جس کا مقصد تعلیم کے فروغ، شعور کی بیداری، اصلاحِ معاشرہ اور امت میں مثبت اجتماعی کردار پیدا کرنا ہے۔

دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کا آغاز حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے پچاسویں عرس کے موقع پر چند فرزندانِ اشرفیہ کے ذریعے عمل میں آیا۔ ابتدا ہی سے اس تنظیم کی کوشش رہی ہے کہ ایسے افراد کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے جو علم، نظم، کردار اور خدمت کے جذبے کے ساتھ معاشرے میں عملی کردار ادا کرنا چاہتے ہوں۔

تنظیم اپنے مختلف شعبہ جات اور سرگرمیوں کے ذریعے دعوتی، تعلیمی، اصلاحی اور تحقیقی میدان میں کام کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ محفلِ تحقیق کے ذریعے دینی مسائل میں بنیادی رہنمائی، تحریر و اشاعت کے ذریعے علمی و فکری مواد، سوشل میڈیا کے ذریعے مثبت پیغام، اور دیگر شعبوں کے ذریعے عملی خدمات اس سفر کا حصہ ہیں۔

دعوتِ اقرا آرگنائزیشن اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ معاشرے کی تعمیر صرف نعروں سے نہیں بلکہ تربیت، تعلیم، شعور اور مسلسل عملی جدوجہد سے ہوتی ہے۔ اسی لیے تنظیم افراد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس مشن کا حصہ بننے کی دعوت دیتی ہے۔

یہ ماہ نامہ بھی اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے، تاکہ فکر، شعور اور مثبت مکالمے کے ذریعے معاشرے میں خیر اور اصلاح کا پیغام عام کیا جا سکے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے، اخلاص عطا فرمائے اور اسے امت کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔

✍️ فقیر قادری محمد فیض علی
بانی، دعوتِ اقرا آرگنائزیشن



عالمی خبر

محمد فیض علی مصباحی

مناسکِ حج، شدید تپش اور علاقائی جنگ بندی کے اثرات

مئی 2026 کے آخری ہفتے میں دنیائے اسلام کا سب سے بڑا سالانہ اجتماع، یعنی مناسکِ حج، سعودی عرب کے مقدس شہر مکہ مکرمہ میں شروع ہوا۔ رواں سال دنیا بھر سے 15 لاکھ سے زائد عازمینِ حج مکہ مکرمہ پہنچے، جہاں انہوں نے شدید تپش اور سخت موسمی حالات کے باوجود مناسک کی ادائیگی شروع کی۔ یہ مقدس سفر ایک ایسے نازک موڑ پر منعقد ہوا جب مشرقِ وسطیٰ میں ایران اور اس کے مخالفین کے درمیان اپریل میں ہونے والی ایک کمزور جنگ بندی نافذ تھی۔ اس علاقائی کشیدگی کے سائے عازمینِ حج کے سفری اخراجات اور سیکورٹی انتظامات پر واضح طور پر محسوس کیے گئے۔ دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی والے ملک، انڈونیشیا نے اپنے شہریوں کو اضافی سفری بوجھ سے بچانے کے لیے خصوصی ہنگامی اقدامات نافذ کیے (www.pbs.org)

سماجی ماہرین کے مطابق، عصرِ حاضر میں جہاں ایک طرف جغرافیائی سیاسی تنازعات بڑھ رہے ہیں، وہیں دوسری طرف جدید مواصلاتی ٹیکنالوجی اور مذہبی تعلیمات تک آسان رسائی نے عالمی سطح پر مسلم تشخص اور اتحاد کی لہر کو مزید مضبوط کیا ہے۔

(cddrl.fsi.stanford.edu)

آبنائے ہرمز کی بندش اور پٹرولیم و غذائی بحران

رواں سال فروری میں ایران پر ہونے والے امریکی و اسرائیلی حملوں کے جواب میں تہران نے دنیا کی اہم ترین تجارتی گزرگاہ، آبنائے ہرمز کو بند کر دیا تھا، جس کے اثرات مئی 2026 میں بھی عالمی معیشت پر سنگین ترین دباؤ کی صورت میں برقرار رہے۔ مئی کے وسط میں ایرانی بحریہ اور "ایران پرشین گلف اسٹریٹ اتھارٹی" نے آبنائے ہرمز کے حفاظتی دائرے کو مزید وسیع کرتے ہوئے تجارتی جہازوں کے گزرنے کے لیے انتہائی سخت قواعد و ضوابط نافذ کر دیے۔ اسٹریٹجک صورتحال کی تفصیلات درج ذیل جدول میں دیکھی جا سکتی ہیں:

تاریخ (مئی 2026)	اہم اسٹریٹجک پیش رفت اور اقدامات	عالمی معیشت اور رسد پر اثرات
12 مئی 2026	پاسدارانِ انقلاب (IRGC) کی بحریہ نے آبنائے ہرمز کے دائرہ اختیار کو جاسک اور سیریک کے ساحلوں سے بڑھا کر تنبِ بزرگ جزیرے تک وسیع کر دیا۔	تجارتی جہاز رانی کے لیے انشورنس اخراجات میں ریکارڈ اضافہ اور کمپنیوں کا اس راستے سے گریز۔
19 مئی 2026	بین الاقوامی مانیٹرنگ اداروں (جیسے IMO) کے مطابق صرف 4 سے 12 جہاز ہی عسکری حفاظت میں آبنائے ہرمز عبور کرنے میں کامیاب ہوئے۔	عالمی سطح پر تیل، گیس اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں زبردست اچھال۔
20 مئی 2026	ایران نے کوہِ مبارک سے لے کر متحدہ عرب امارات کے فجیرہ کے جنوب تک ایک منظم بحری زون قائم کرنے کا اعلان کیا۔	سپلائی چین کی مکمل معطلی اور افغانستان و وسطی ایشیا کے لیے متبادل تجارتی راستوں کی بندش۔

امریکی انتظامیہ نے ایرانی بندرگاہوں کی ناکہ بندی برقرار رکھنے کا اعلان کیا ہے، جس سے عالمی توانائی کا بحران شدید تر ہو گیا ہے۔

(reliefweb.int)

ایران میں قیادت کی تبدیلی اور تہران کا جارحانہ سفارتی رخ

مشرقِ وسطیٰ میں رونما ہونے والی سیاسی تبدیلیوں میں سب سے اہم موڑ ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے، آیت اللہ مجتبیٰ خامنہ ای کا منصبِ قیادت سنبھالنا ہے۔ مئی 2026 میں منعقدہ حج کے موقع پر اپنے پہلے تحریری پیغام میں نئے ایرانی رہنما نے امریکہ اور اسرائیل کو سخت ترین وارننگ دی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ تمام تر دباؤ کے باوجود امتِ مسلمہ کے دلوں سے

امریکہ اور اسرائیل کے خلاف مزاحمت ختم نہیں کی جا سکتی اور اسرائیلی ریاست اگلے 15 سالوں کے اندر اپنے انجام کو پہنچ جائے گی ۔ دوسری طرف، مجتبیٰ خامنہ ای نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم "ایکس" پر ایک مفاہمت آمیزپیغام میں تمام اسلامی ممالک کو باہمی دوستی اور "امربالمعروف" کے تحت تعاون کی دعوت دی تاکہ امتِ مسلمہ کے اندرونی مسائل کو حل کیا جا سکے ۔ یہ پیش رفت ایسے وقت میں سامنے آئی جب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے سعودی عرب، پاکستان، ترکی اور قطر جیسے ممالک پر زور دیا کہ وہ ایران کے خلاف ایک وسیع تر اتحاد قائم کرنے کے لیے فوری طور پر "ابراہیمی معاہدات" پر دستخط کریں ۔

(www.aninews.in , www.iranintl.com , www.jns.org , www.jpost.com , www.dawn.com, timesofindia.indiatimes.com)

روہنگیا مسلمانوں کا قتلِ عام اور عالمی بھوک کا المیہ

انسانی حقوق کے عالمی ادارے "ہیومن رائٹس واچ" نے 18 مئی 2026 کو ایک سنسنی خیز اور دل دہلا دینے والی 56 صفحات پر مشتمل رپورٹ جاری کی، جس کا عنوان "'Skeletons and Skulls Scattered Everywhere': Arakan Army Massacre of Rohingya Muslims in Hoyyar Siri" رکھا گیا ہے ۔ اس رپورٹ میں دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ انکشاف کیا گیا کہ کس طرح میانمار کی انتہا پسند نسلی تنظیم "اراکان آرمی" نے ہٹان شاوک خان (ہویار سیری) گاؤں میں سینکڑوں نہتے روہنگیا مسلمانوں، جن میں بچوں کی بڑی تعداد شامل تھی، کو اس وقت اندھا دھند گولیوں کا نشانہ بنایا جب وہ سفید جھنڈے لہراتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کے لیے نقل مکانی کر رہے تھے ۔ اس قتلِ عام میں 170 سے زائد افراد ہلاک ہوئے اور بچ جانے والے روہنگیا مسلمانوں کو اراکان آرمی نے غیر انسانی حراستی کیمپوں میں قید کر رکھا ہے ۔

(www.hre.com, www.aninews.in)

رواں ماہ عید الاضحیٰ کے موقع پر عالمی سطح پر مسلم امدادی اداروں نے خبردار کیا ہے کہ دنیا بھر میں تقریباً 67 کروڑ سے زائد افراد شدید غذائی قلت کا شکار ہیں ۔ اگرچہ اسلامی روایت کے تحت عید پر کی جانے والی قربانی دنیا میں دولت اور خوراک کی تقسیم کا ایک بڑا ذریعہ بنتی ہے، لیکن ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور مشرقِ وسطیٰ کے بحران کی وجہ سے سوڈان، صومالیہ اور لبنان جیسے پسماندہ خطوں میں غریب مسلمانوں تک گوشت اور امداد پہنچانا انتہائی مہنگا اور مشکل ہو چکا ہے ۔ (https://islamic-relief.org)



اللہ کا محبوب ہے اور قاطع شر بھی
وہ مالک مختار بھی اور خیر بشر بھی

ہو چشم کرم اے مرے سرکار اِدھر بھی
شیدا یہ ترا جائے کبھی طیبہ نگر بھی

والشمس میں ہے روئے منور کی تجلی
حیران ہے یہ دیکھ کے خورشید و قمر بھی

شاہد وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی ہے آیت
انسان تو انسان پڑھے کلمہ حجر بھی

کیا شان ہے محبوب خدا کی ذرا دیکھو
آتے ہیں سلامی کے لیے پاس شجر بھی

کیا حسن اتم خالق عالم نے ہے بخشا
دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی

آجائے اگر خواب میں سرکار مدینہ
ہو جائے گا پر نور مرا قلب و جگر بھی

رحمت کی سدا ہوتی ہے بارش وہاں نادر
یا شاہ امم آپ گزر جائیں جدھر بھی

از : انبساط القمر نادر

خیر و خبر

محمد فیض علی مصباحی

بھارتی ریاستی انتخابات 2026ء: ڈرامائی تبدیلیاں اور انتخابی نتائج

مئی 2026ء کے آغاز میں بھارت کی چار بڑی ریاستوں میں ہونے والے اسمبلی انتخابات کے نتائج نے ملکی سیاست کا رخ بدل کر رکھ دیا ہے۔ الیکشن کمیشن آف انڈیا (ECI) کی جانب سے جاری کردہ حتمی نتائج درج ذیل ہیں:

تمل ناڈو کا تاریخی سیاسی انقلاب

تمل ناڈو میں گزشتہ 59 سالوں سے جاری دراوڑی جماعتوں (DMK اور AIADMK) کا تسلط بالآخر مئی 2026ء میں ختم ہو گیا۔ تمل سپر اسٹار سی۔ جوزف وجے کی نو آموز جماعت تملگا ویٹری کژگم (TVK) نے اپنے پہلے ہی انتخاب میں 108 نشستیں حاصل کر کے سب کو حیران کر دیا۔ اگرچہ وجے اکثریتی نشان (118) حاصل کرنے میں ناکام رہے، لیکن انہوں نے کانگریس اور دیگر سیکولر پروگریسو الائنس (SPA) کے ارکان کو شامل کر کے ایک مخلوط حکومت تشکیل دی۔ 10 مئی 2026ء کو وجے نے وزیرِ اعلیٰ کے عہدے کا حلف اٹھایا اور 13 مئی کو 144 ارکان کی حمایت سے اسمبلی میں اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا، جبکہ اپوزیشن لیڈر ادھیانیدھی اسٹالن کی قیادت میں ڈی ایم کے ارکان نے واک آؤٹ کیا۔

مغربی بنگال کا زلزلہ اور 'فلتہ' کا ضمنی انتخاب

مغربی بنگال میں مئی 2026ء کے انتخابات کے بعد ممتا بنرجی کی 15 سالہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور بی جے پی نے پہلی بار ریاست میں 207 نشستوں کے ساتھ واضح اکثریت حاصل کی، جبکہ ٹی ایم سی محض 80 نشستوں پر سمٹ گئی۔ الیکشن کمیشن کی جانب سے 21 مئی کو فلتہ اسمبلی سیٹ پر دوبارہ پولنگ کروانے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ 29 اپریل کے اصل پول میں ای وی ایم (EVM) کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی شکایات موصول ہوئی تھیں۔

24 مئی 2026ء کو فلتہ سیٹ کے نتائج سامنے آئے جس میں بی جے پی کے دیبانگشو پانڈا نے ٹی ایم سی کے جہانگیر خان (جو الیکشن سے قبل دستبردار ہو گئے تھے) کو ریکارڈ 1,09,021 ووٹوں کے فرق سے شکست دی۔ ٹی ایم سی کے نوجوان رہنما ابھیشیک بنرجی نے الیکشن کمیشن پر دھاندلی کا الزام عائد کرتے ہوئے گنتی کے عمل کے آزادانہ سی سی ٹی وی آڈٹ کا مطالبہ کیا ہے۔

کیرالہ اور آسام کے انتخابی نتائج

کیرالہ میں کانگریس کی قیادت میں یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ (UDF) نے شاندار واپسی کرتے ہوئے 102 نشستوں کے ساتھ اکثریت حاصل کر لی اور پی ایم وجین کی قیادت میں ایل ڈی ایف کی 10 سالہ حکومت کا سورج غروب ہو گیا۔ بی جے پی نے کیرالہ کی تاریخ میں پہلی بار تین اسمبلی نشستیں جیت کر اپنا کھاتہ کھولا ہے۔ آسام میں ہیمانتا بسوا سرما کی قیادت میں بی جے پی اور اس کے حلیفوں (NDA) نے 102 نشستوں کے ساتھ مسلسل تیسری بار تاریخی کامیابی حاصل کی۔ کانگریس کے صوبائی صدر گورو گوگوئی کو جورہاٹ سیٹ پر عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

فلاحی پروگرامز کا آڈٹ اور مستحقین کی فہرستوں سے بے دخلی بہار میں راشن کارڈز کی منسوخی کا تنازعہ

بہار میں ووٹر لسٹوں کی اسپیشل انٹینسو ریویژن (SIR) مہم کے بعد مئی 2026ء میں ایک بڑا سیاسی طوفان کھڑا ہو گیا ہے۔ بہار کے فوڈ اینڈ کنزیومر پروٹیکشن کے وزیر اشوک چودھری نے تصدیق کی ہے کہ آڈٹ کے بعد تقریباً پانچ لاکھ (5L) غیر مستحق راشن کارڈز کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

اس تنازعہ کو اس وقت مزید ہوا ملی جب بہار کے وزیر اعلیٰ سمراٹ چودھری نے بیان دیا کہ جن شہریوں کے نام ووٹر لسٹ سے خارج کر دیے گئے ہیں، وہ کسی بھی سرکاری فلاحی سکیم یا راشن کے حقدار نہیں ہوں گے اور ان کے بینک پاس بکس بھی منسوخ کر دیے جائیں گے۔ راشٹریہ جنتا دل (RJD) کے ترجمان چترنجن گگن اور سی پی آئی (ایم ایل) کے سکریٹری کنال نے اس اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے غریب کش، غیر آئینی اور غریبوں کو فاقہ کشی کی طرف دھکیلنے کی سازش قرار دیا ہے۔

دہلی کی وزیرِ اعلیٰ ریکھا گپتا نے بھی 21 مئی 2026ء کو پریس کانفرنس کرتے ہوئے دہلی میں 7.72 لاکھ غیر مستحق راشن کارڈز کی منسوخی کا اعلان کیا۔ آڈٹ کے مطابق 1.44 لاکھ کارڈ ہولڈرز آمدنی کی حد سے تجاوز کر چکے تھے، 29,580 فوت ہو چکے تھے اور 23,394 ڈپلیکیٹ تھے۔ غریب خاندانوں کی سہولت کے لیے دہلی حکومت نے راشن کارڈ کے لیے سالانہ آمدنی کی حد کو 1.2 لاکھ روپے سے بڑھا کر 2.5 لاکھ روپے کرنے کی منظوری دے دی ہے، جس سے لاکھوں نئے مستحقین کو راشن سسٹم میں شامل کیا جا سکے گا۔ یہ تمام فلاحی اور انتظامی اصلاحات مئی 2026ء کے دوران ریاستی حکومتوں کی جانب سے اٹھائے گئے مستند اور تصدیق شدہ اقدامات ہیں۔

ڈیجیٹل اشتعال انگیزی، عدالتی استعارات اور 'کاک روچ جنتا پارٹی' کا عروج

مئی 2026ء کا عدالتی اور سیاسی بحران

مئی 2026ء کے وسط میں بھارت کا عدالتی نظام ایک غیر معمولی بحران کا شکار ہوا جب سپریم کورٹ کی زبانی آبزرویشنز کو ڈیجیٹل میڈیا پر ایک نیا رخ دے دیا گیا۔ 15 مئی 2026ء کو چیف جسٹس آف انڈیا (CJI) سوریا کانت اور جسٹس جوئمالیا باغچی پر مشتمل بنچ نے "سنجے دوبے بنام رجسٹرار جنرل، دہلی ہائی کورٹ" کیس کی سماعت کی۔ یہ درخواست دہلی ہائی کورٹ کی جانب سے سینئر وکلاء کی نامزدگی کے رہنما خطوط پر عملدرآمد میں تاخیر کے خلاف توہینِ عدالت کی کارروائی شروع کرنے کے لیے دائر کی گئی تھی۔ بنچ نے اس پٹیشن کو خارج کرتے ہوئے ریمارکس دیے کہ سینئر وکیل کا درجہ عدالت کی طرف سے دیا جانے والا اعزاز ہے، نہ کہ کوئی "اسٹیٹس سمبل"۔ سماعت کے دوران چیف جسٹس نے درخواست گزار کے فیس بک پر استعمال کیے گئے نامناسب لہجے پر سخت تنقید کی۔

اس سماعت کے دوران عدالت نے بار کونسل آف انڈیا (BCI) پر ملی بھگت کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ ہزاروں افراد جعلی ڈگریوں کے ساتھ کالے کوٹ پہن کر عدالتی نظام کو بدنام کر رہے ہیں، اور اس معاملے کی سی بی آئی (CBI) سے تحقیقات ہونی چاہئیں۔ چیف جسٹس نے زبانی ریمارکس میں کہا کہ جو لوگ ملازمت حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں یا اپنے پیشہ ورانہ دائرے میں جگہ نہیں بنا پاتے، وہ سوشل میڈیا، آر ٹی آئی (RTI) ایکٹوازم اور میڈیا کے ذریعے اداروں پر حملے شروع کر دیتے ہیں اور وہ معاشرے کے لیے "پیراسائٹس" (طفیلیے) کی مانند ہیں۔

میڈیا اور سوشل میڈیا کے ایک بڑے حصے نے ان ریمارکس کو مسخ کر کے یہ تاثر دیا کہ چیف جسٹس نے ملک کے بے روزگار نوجوانوں کو "کاک روچ" (سرسری) اور "پیراسائٹس" کہا ہے۔ اگرچہ چیف جسٹس سوریا کانت نے 16 مئی 2026ء کو ایک وضاحتی بیان جاری کر کے ان رپورٹس کو یکسر بے بنیاد قرار دیا اور کہا کہ ان کے دل میں ملک کے نوجوانوں کے لیے بے پناہ احترام ہے اور ان کی تنقید صرف جعلی ڈگری ہولڈرز تک محدود تھی، لیکن تب تک یہ معاملہ ایک سیاسی تحریک کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

طنزیہ تحریک کا آغاز اور اس کے مطالبات

16 مئی 2026ء کو عام آدمی پارٹی (AAP) کے سابق کمیونیکیشن اسٹریٹجسٹ ابھیجیت دیپکے نے عدالتی ریمارکس کے جواب میں طنزیہ طور پر "کاک روچ جنتا پارٹی" (CJP) کے قیام کا اعلان کیا۔ دیپکے نے مصنوعی ذہانت کے جدید ترین ماڈلز جیسے Claude اور ChatGPT کا استعمال کرتے ہوئے محض چند گھنٹوں میں پارٹی کی ویب سائٹ اور

منشور تیار کر لیا ۔ یہ مہم نوجوانوں کی بے روزگاری اور نظام کے خلاف بڑھتے ہوئے غصے کی علامت بن کر ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے انسٹاگرام پر اس کے فالورز کی تعداد 20 ملین (دو کروڑ) سے تجاوز کر گئی، جو کہ برسرِ اقتدار بی جے پی اور اپوزیشن کانگریس کے آفیشل ہینڈلز سے بھی زیادہ ہے ۔

پارٹی کے منشور میں کئی نیم سنجیدہ اور طنزیہ مطالبات شامل کیے گئے تھے جن کا براہِ راست تعلق موجودہ حکومت اور عدالتی نظام کی خامیوں سے تھا :

- کسی بھی ریٹائرڈ چیف جسٹس کو ریٹائرمنٹ کے بعد راجیہ سبھا کی نشست نہ دی جائے ۔
- اگر کسی شہری کا جائز ووٹ فہرست سے حذف کیا جائے تو چیف الیکشن کمشنر کو یو اے پی اے (UAPA) کے تحت گرفتار کیا جائے ۔
- خواتین کے لیے پارلیمان اور کابینہ میں 50 فیصد نمائندگی کے ساتھ نصف وزارتیں مختص کی جائیں ۔
- ملک کے دو بڑے کاروباری گروپوں (اڈانی اور امبانی) کے زیر اثر میڈیا ہاؤسز کے لائسنس منسوخ کر کے آزاد میڈیا کی راہ ہموار کی جائے ۔
- پارٹی کو معلوماتی ایکٹ (RTI) کے دائرہ کار میں لایا جائے اور کوئی خفیہ فنڈ (جیسے پی ایم کیئرز فنڈ کے طرز پر "کاک روچ کیئرز فنڈ") قائم نہ کیا جائے، یہ نکات معروف سماجی کارکن انجلی بھاردواج کی تجویز پر شامل کیے گئے ۔
- نیٹ (NEET-UG 2026) پیپر لیک کیس اور تعلیمی نظام کی ناکامیوں پر مرکزی وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان سے استعفیٰ کا مطالبہ ۔

اس ڈیجیٹل مہم کو اپوزیشن رہنماؤں جیسے سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو، ٹی ایم سی کی مہوا موئترا، کیرتی آزاد، ممتا بنرجی اور ابھیشیک بنرجی کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہوئی ۔ ڈیرک او برائن نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ پر اس تحریک کے لیے اپنی پسندیدگی کا کھل کر اظہار کیا ۔

حکومتی کریک ڈاؤن اور عدالتی جنگ

کاک روچ جنتا پارٹی کے تیزی سے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے خائف ہو کر، انٹیلی جنس بیورو (IB) کی سفارش پر وزارتِ الیکٹرانکس اور انفارمیشن ٹیکنالوجی (MeitY) نے 21 مئی 2026ء کو انفارمیشن ٹیکنالوجی ایکٹ کی دفعہ 69(A) کے تحت قومی سلامتی کا حوالہ دیتے ہوئے سی جے پی کا آفیشل ایکس (ٹویٹر) اکاؤنٹ بلاک کر دیا ۔ ابھیجیت دیپکے نے اس حکومتی فیصلے کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا ہے ۔ اس دوران، سی جے پی کے حامیوں نے "Cockroach is Back" کے نام سے متبادل اکاؤنٹ قائم کیا جس نے چند ہی دنوں میں دو لاکھ سے زائد فالورز حاصل کر لیے ۔ دوسری جانب سپریم کورٹ میں ایڈووکیٹ این کے گوسوامی کی جانب سے اس مہم کے خلاف دائر پٹیشن پر سماعت کرتے ہوئے چیف جسٹس نے ریمارکس دیے کہ وکلاء کو انٹرنیٹ میمز اور طنز و مزاح کے معاملے میں زیادہ حساس نہیں ہونا چاہیے ۔



چراغ حرف

نعت رسول مقبول ﷺ

تنم فرسودہ، جاں پارہ، ز ہجراں یا رسول اللہ
دلم پژمردہ، آوارہ، ز عصیاں یا رسول اللہ

چوں سوئے من گزر آری، من مسکیں زنا داری
فدائے نقش نعلینت، کنم جاں، یا رسول اللہ

ز کردہ خویش حیرانم، سیہ شد روز عصیانم
پشیمانم، مشیمانم، پشیماں، یا رسول اللہ

ز جام حب تو مستم، بہ زنجیر تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم، سخن داں، یا رسول اللہ

چوں بازوئے شفاعت را، کشائی بر گنہ گاراں
مکن محروم جامی را، درا آں، یا رسول اللہ

از: حضرت عبد الرحمٰن جامی رضی اللہ عنہ

نعت شریف

نبی کی ہی آمد پہ شادی رچی ہے
انھیں کی ولادت سے فرحت ملی ہے

خدا خود یہی کہ رہا ہے اے لوگو!
نبی کے وسیلے یہ دنیا بنی ہے

خدا کا کرم ہے، عطا ہے نبی کی
لبوں پر نبی کی ثنا جو سجی ہے

سجاتے ہیں ہم اس لیے گھر کو اپنے
کہ ہم کو خدا کی جو نعمت ملی ہے

مشرف نے لکھا قصیدہ نبی کا
یہ فضل خدا اور عطائے نبی ہے

از: محمد مشرف علی تیغی



جون 2026

ذوالحجہ 1447ھ

ماہ نامہ تیغہ

علم • فکر • اصلاح



ہمارا مقصد

قرآن و سنت کی روشنی مین علمی و فکری رہنمائی فراہم کرنا، مسلمانوں مین اتحاد، اصلاح اور بیداری پیدا کرنا۔

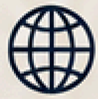
ماہ نامہ تیغیہ کی خصوصیات


قرآن و حدیثی تعلیمات


علمی و تحقیقی مضامین


سوال و جواب


معاشرتی و اصلاحی رہنمائی


عالمی و قومی حالات کا تجزیہ

“

یہ وہ علم ہے جو انسان کے اندر روشنی پیدا کرے اور اس کے عمل مین نکھار لائے۔



ہم سے رابطہ کریں


www.dawateiqra.org


dawateiqra.org@gmail.com


7370924439


دعوت اقراء آرگنائزیشن انڈیا



ادارہ کی تعلیمی اور اصلاحی سرگرمیوں مین تعاون و عطیات کے لیے QR کوڈ اسکین کریں۔

جزاکم اللہ خیرا



اے پروردگار!

ہمیں علم نافع، غمل صالح اور اخلاص کے ساقھ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔۔ آمین

